Mar-Apr
2026

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

تحفہ رمضان

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

”رمضان المبارک کا سب سے بڑا تحفہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا عہد و مطالبہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا فیض اور اثر یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں خیال کرنے کی عادت پڑ جائے اور خدا کی نافرمانی سے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خیال پیدا ہو جائے۔“

(رمضان المبارک اور اس کے تقاضے: ۸۸)

مرکز الإمام أبی الحسن الندوي
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

روزہ کی متوقع غرض وغایت

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

''روزہ کی بھوک اور فاقہ ہمارے گرم و مشتعل قویٰ کو تھوڑی دیر کے لیے سرد کر دیتا ہے، کھانے اور پینے کی مصروفیت سے ہم آزاد ہوتے ہیں، دوسرے سخت کاموں سے بھی ہم اس وقت پرہیز کرتے ہیں، دل ودماغ شکم سیر معدے کے فاسد بخارات کی پریشانی سے محفوظ ہوتے ہیں، ہمارے اندرونی جذبات میں ایک قسم کا سکون ہوتا ہے، یہ فرصت کی گھڑیاں، یہ قویٰ کے اعتدال کی کیفیت، یہ دل ودماغ کی جمعیتِ خاطر، یہ جذبات کا سکون ہونا، ہمارے غور وفکر، اپنے اعمال کے محاسبہ، اپنے کاموں کے انجام پر نظر اور اپنے کیے پر ندامت اور پشیمانی اور خدائے تعالیٰ کی باز پرس سے ڈر کے لیے بالکل موزوں ہے اور گناہوں سے توبہ اور ندامت کے احساس کے لیے یہ فطری اور طبعی ماحول پیدا کر دیتا ہے اور نیکی اور نیک کاموں کے لیے ہمارے وجدانی ذوق وشوق کو ابھارتا ہے، یہی سبب ہے کہ رمضان کا زمانہ تمام تر عبادتوں اور نیکیوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس میں تراویح ہے، اس میں اعتکاف رکھا گیا ہے، اس میں زکوٰۃ نکالنا مستحب ہے اور خیرات کرنا سب سے بہتر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی تو گو سدا بہار تھی لیکن رمضان کے موسم میں وہ تیز ہواؤں سے بھی زیادہ تیز ہو جاتی تھی۔

ان باتوں کو سامنے رکھ کر یہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ روزہ صرف ظاہری بھوک اور پیاس کا نام نہیں ہے بلکہ یہ درحقیقت دل اور روح کی بھوک اور پیاس کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کی متوقع غرض وغایت ''تقویٰ'' قرار دیا ہے، اگر روزہ سے روزہ کی یہ غرض وغایت حاصل نہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ گویا روزہ ہی نہیں رکھا گیا، یا یوں کہنا چاہیے کہ جسم کا روزہ ہو گیا لیکن روح کا روزہ نہ ہوا، اسی کی تشریح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ ''روزہ رکھ کر بھی جو شخص جھوٹ اور فریب کے کام کو نہ چھوڑے تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑ دے'' ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ برائیوں سے روکنے کی ڈھال ہے تو جو روزہ رکھے اس کو چاہیے کہ لغو اور فحش باتیں نہ کہے اور نہ جہالت (غصہ) کرے، یہاں تک کہ اگر کوئی اس سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو اور گالی بھی دے تو یہی کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔''

تمام عبادات میں روزہ کو تقویٰ کی اصل اور بنیاد اس لیے بھی قرار دیا گیا ہے کہ یہ ایک مخفی اور خاموش عبادت ہے جو ریا اور نمائش سے بری ہے، جب تک خود انسان اس کا اظہار نہ کرے، دوسروں پر اس کا راز افشا نہیں ہو سکتا اور یہی چیز تمام عبادات کی جڑ اور اخلاق کی بنیاد ہے۔ اسی اخلاص اور بے ریائی کا یہ اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت فرمایا کہ روزہ دار میرے لیے اپنا کھانا پینا اور ملذات کو چھوڑتا ہے، اس لیے ''روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔'' جزا تو ہر کام کی وہی دیتا ہے لیکن صرف اس کی عظمت اور بڑائی کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی جزا کو خود اپنی طرف منسوب فرمایا۔''

(سیرۃ النبی: ۵/ ۲۰۷-۲۰۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ۱۸ ❋ مارچ-اپریل ۲۰۲۶ء-رمضان المبارک-شوال المکرّم ۱۴۴۷ھ ❋ شمارہ: ۳-۴

رمضان برکت والا مہینہ

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد مکی حسنی ندوی

محمد امین حسنی ندوی

محمد ارمغان بدایونی ندوی

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"شَهْرٌ يُزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ."

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(رمضان کے مہینے میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔)

(شعب الإيمان للبيهقي، فضائل الصوم: ٣٦٠٨)

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ''پیام عرفات''
مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔ www.abulhasanalinadwi.org

فی شمارہ: -/Rs.15 | E-Mail: markazulimam@gmail.com | سالانہ زرتعاون: -/Rs.150

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)

فہرس

عظمتِ رمضان کا تقاضا (اداریہ).. ۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی
تقویٰ کیا ہے؟.. ۴
بلال عبدالحی حسنی ندوی
فسخ وتفریق کے مسائل.. ۶
مفتی راشد حسین ندوی
رمضان المبارک اور اس کے تقاضے.. ۸
عبدالسبحان ناخدا مدنی ندوی
روزہ کا مقصد.. ۱۰
مولانا محمد ناصر ندوی
مغربی ممالک کی انسان دشمنی.. ۱۲
محمد مکی حسنی ندوی
قرآن کریم – بے مثال کلام.. ۱۴
محمد عبداللہ بن حکیم محمد حذیفہ علیگ
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں!.. ۱۵
محمد اسماعیل (تمل ناڈ)
الحاد کا طوفان: اسباب اور حل.. ۱۶
محمد نجم الدین ندوی
موسم بہار.. ۱۸
محمد مصعب ندوی
حالاتِ حاضرہ میں اتحاد کی ضرورت.. ۲۰
سید سیف الدین
رحمت کا ابر بن کر جہاں بھر میں چھایئے.. ۲۲
محمد ارمغان بدایونی ندوی
روزہ کے مسائل.. ۲۳
اعتکاف – چند ضروری مسائل.. ۲۷
زکوۃ – فضائل ومسائل.. ۲۹

آہِ سحر

نتیجۂ فکر:- حضرت مولانا بلالی علیہ الرحمہ

تصور میں اِدھر سے یا اُدھر سے
وہ آئے تو مگر آئے کدھر سے
خجل ہونا پڑے گا چشم تر سے
یہ کہہ دو ابر باراں سے نہ برسے
گھڑی بھر کے لیے نکلے تھے گھر سے
مگر کچھ کہہ گئے اہل نظر سے
ہوئی مدت گئے وہ میرے گھر سے
مہک جاتی نہیں دیوار ودر سے
زمیں سکتے میں ہے آہِ سحر سے
فلک چکر میں نالوں کے اثر سے
نوازش اب اسی پر ہو رہی ہے
چھپے پھرتے تھے وہ جس کی نظر سے
سمایا جا کے اب ان کی نظر میں
گرایا خود کو جب اپنی نظر سے
پپیہا بولتا ہے پی کہاں ہے
یہ گذرا ہے ہماری رہ گذر سے
اسی کا نام ہے شاید محبت
اِدھر سے ہم چلے اور وہ اُدھر سے
مجھے دیکھا تو یوں آہستہ بولے
نہیں جائے گا یہ دیوانہ در سے
قیامت کو کہیں ہم بھی قیامت
ملائے تو نظر میری نظر سے
بلالؔی بے پیے ہی مست کیوں ہے
اسے تو پوچھئے اپنی نظر سے

مدیر کے قلم سے

بلال عبدالحی حسنی ندوی

عظمتِ رمضان کا تقاضا

امتِ اسلامیہ پر اللہ کی ایک بڑی نعمت رمضان کا مبارک مہینہ ہے جو سال بھر کے لیے ایمانی وروحانی طاقت فراہم کرتا ہے، اس مہینے کی جو صحیح قدر کرتا ہے اور اس سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے، اس کی زندگی پر اس کے بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہ تزکیۂ نفس کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے روزے کے مقاصد میں ''تقویٰ'' کا ذکر فرمایا ہے، جو شخص احتسابِ نفس کے ساتھ یہ مہینہ گذارتا ہے، اپنا جائزہ لیتا ہے اور امراضِ باطنی کو اس مہینے میں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ اس مہینے کے مقصد کو پورا کرتا ہے، اسی لیے مشائخ و مصلحین کے یہاں خاص طور پر اس کی بڑی اہمیت رہی ہے، وہ پورا پورا مہینہ فارغ ہوکر اس کے لیے یکسو ہوجاتے ہیں، تقرب الیٰ اللہ کے کاموں کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیتے ہیں اور ایک ایک لمحے کو حضوریِ قلب کے ساتھ گذارتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہنے والے بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے دل کی دنیا آباد کرتے ہیں، عمومی طور پر اہل ایمان بھی اس مہینے میں فکر وتوجہ کرتے ہیں۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں، دل نرم ہوتے ہیں، نیکیوں کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے، گناہوں سے دوری ہوتی ہے اور ان سے بچنا آسان معلوم ہوتا ہے، اس میں تھوڑی توجہ سے خیر کی توفیق ہوتی ہے اور آدمی آسانی سے خیر کے راستے پر پڑ جاتا ہے، بڑے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس کی برکتوں سے اپنے دامن کو بھر لیتے ہیں، ایک ایک لمحے کی قیمت کو سمجھتے ہیں اور پہلے سے اس کی تیاری کرتے ہیں تاکہ اس کی برکات میں سے کچھ چھوٹنے نہ پائے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تیاری قلب ودماغ کو تیار کرنے کی ہے، یہ سحر وافطار کی تیاری نہیں ہے، اکثر لوگوں کا ذوق اس کی ظاہری تیاری کا ہوتا ہے اور پہلے سے لوگ سحر وافطار کے لیے لذیذ مطعومات ومشروبات تیار کرتے ہیں، کسی حد تک یقیناً اس کی اجازت ہے، سحر وافطار بھی عبدیت کے مظاہر میں سے ہے لیکن اصل تیاری کا تعلق قلب ودماغ سے ہے، ان کو آلائشوں سے پاک کرنا اور پھر اپنے آپ کو اس قابل بنانا کہ رحمتِ الٰہی متوجہ ہو اور اس کی برکات سے محرومی نہ ہو، یہ اصل تیاری ہے، اسی لیے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول شریف تھا کہ شعبان کی آخری تاریخوں میں وعظ فرماتے تھے اور لوگوں کو اس مہینے کی طرف متوجہ فرماتے تھے اور پھر درمیان میں بھی متوجہ فرماتے رہتے تھے۔

بہت سے برے کام وہ ہیں جو رمضان کے روزوں کو گدلا کردیتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ ''بہت سے روزے دار وہ ہیں جن کے حصے میں بھوکے رہنے کے سوا کچھ نہیں اور بہت سے شب بیدار وہ ہیں جن کے حصہ میں رات جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔''

حقیقت میں یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ بھی رکھتے ہیں اور دن بھر غیبت میں مبتلا رہتے ہیں، دوسرے گناہ کے کام بھی کیے جاتے ہیں، افطار کرتے ہیں تو حرام وحلال کا فرق نہیں ہوتا، افطار حرام ومشتبہ مال سے کرتے ہیں اور راتوں کو جاگتے ہیں تو اس کا حق ادا نہیں کرتے، فضول گوئی اور لایعنی کاموں میں رات بتادیتے ہیں، موجودہ دور میں شبینہ کا سلسلہ چل نکلا ہے، رات رات بھر نماز ہوتی ہے اور لوگ بجائے نماز میں شامل ہونے کے چائے سگریٹ میں لگے رہتے ہیں، ایک جشن سا مناتے ہیں اور بہت کم وقت عبادت میں صرف کرتے ہیں، یہ چیزیں وہ ہیں جو دن کے روزوں اور رات کی بیداری کی روح نکال دیتی ہیں، ظاہر ہے جس نے رمضان کی ایسی ناقدری کی ہوگی، اس کے لیے عید کی خوشی کیا؟!

تقویٰ کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

حلال وحرام اور مشتبہ چیزوں سے بچنے کا حکم:

حدیث شریف میں مشتبہ چیزوں سے بچنے کا حکم ہے،اس لیے کہ اگر ہم مشتبہ چیزوں سے بچنے کا مزاج بنالیں گے تو حرام چیزوں سے بھی بچنا آسان ہوگا، ورنہ حرام سے بچنا مشکل ہوگا، اسی لیے جب تک کوئی مسئلہ ہمارے سامنے پوری طرح واضح نہ ہو،اس وقت تک اس کام سے بچنا ضروری ہے،اگر ہم نے پہلے مرحلہ میں اس کام کو کرلیا اور یہ خیال کیا کہ بعد میں کسی سے مسئلہ معلوم کرلیں گے تو ممکن ہے کہ وہ حرام ہو اور تم حرام میں پڑجاؤ۔ضرورت ہے کہ جب تک کوئی بات واضح نہ ہوجائے، اس وقت تک اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

آج کے زمانہ میں دانشور طبقہ کے بعض لوگ یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ مولوی بہت دیر سے فیصلہ کرتے ہیں مثلاً: ایک زمانہ میں مولوی مائک پر اذان دینا جائز نہیں کہتے تھے،ایک عرصہ گذرنے کے بعد جائز کہنے لگے بلکہ اب تو نماز بھی اسی سے ہورہی ہے،ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ علماء جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے بلکہ وہ شرعی احکامات میں جتنا غور کرسکتے ہیں اتنا غور وفکر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب بال کی کھال نکل آتی ہے تب وہ کوئی فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے یا مکروہ، اگر ہمارے علماء جلد بازی میں فیصلہ کرنے لگیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ شریعت کا تیاپانچہ ہوجائے گا، کتنی چیزیں ناجائز قرار دے دی جائیں گی اور کتنی چیزیں جائز قرار دے دی جائیں گی اور بعد میں پتہ چلے گا کہ وہ کام ناجائز تھا،اس لیے احتیاط بہتر ہے، پھر جب بات واضح ہوجائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ کوئی غیر شرعی چیز نہیں ہے تو وہ درست ہے۔

شریعت میں ہمیں ایک راستہ بتادیا گیا کہ ہمارے سامنے حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، اس میں حلال کو اختیار کرلو اور حرام سے بچ جاؤ، لیکن اگر کوئی حرام میں پڑجائے تو یہ بہت خطرناک بات ہے اور آخری درجہ کی بات ہے، اس کے بعد اللہ کی مدد نہیں آتی، آج ہم مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ سود لیں، رشوت لیں اور نشے میں ملوث ہوں، سچی بات یہ ہے کہ آج ہمارے مسلمان کھلے حرام میں مبتلا ہوتے ہیں، ظاہر ہے اس کے بعد اللہ کی مدد کہاں سے آسکتی ہے، اللہ کی مدد تو اپنے ان خاص بندوں پر آتی ہے جو اللہ کو ماننے والے، اللہ کے دین کو پوری طرح سے ماننے والے، اللہ کے نبی ﷺ کی شریعت کو پوری طرح سے اتباع کرنے والے، ان کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے، تاریخ میں اس کی بیسیوں مثالیں ہیں۔

آج ہماری زندگی عجیب ہے، عام طور پر مشکل سے دو چار لوگ ایسے ملیں گے جو دین پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں، اگر ہم ایسا اسلامی سماج تلاش کرنا چاہیں جہاں پوری طرح سے دین پر عمل ہوتا ہو، اسی سماج کو بنانے کے لیے یہ اصول سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حلال اختیار کیا جائے، حرام سے بچا جائے اور مشتبہ چیزوں میں بھی احتیاط ضروری ہے، اگر ان سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے تب ایک اسلامی سماج تشکیل پائے گا اور ہر آدمی کے لیے حرام سے بچنا آسان ہوگا، اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا تو خطرہ ہے کہ وہ حرام میں پڑجائے گا۔ان اصولوں کو سمجھنا ہمارے لیے ضروری ہے، اگر ہم یہ بنیادی باتیں سمجھ لیں تو ان شاء اللہ راستے کھلتے چلے جائیں گے، ورنہ ہمیں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا، یہی وہ بات ہے جس کی آپ ﷺ نے مثال دی کہ اگر کسی کا جانور کسی کی چراگاہ کے قریب جائے گا تو اس کو سزا ہوجائے گی، اسی طرح اگر کوئی آدمی حرام چیزوں کے

قریب چلا جائے گا، یہ سمجھ کر کہ اتنا تو جائز ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حرام میں پڑ جائے گا، واقعہ یہ ہے کہ جس طرح جانور کو روکنا مشکل ہے، اسی طرح نفس کو روکنا بھی بہت مشکل ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾ (یوسف: ۵۳)

(نفس تو برائی ہی سکھاتا ہے۔)

اس مثال سے ہمیں سبق لینے کی ضرورت ہے اور اپنی زندگی کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ کون سے کام ہم کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ صحیح ہے یا نہیں، بلکہ ہم چشم پوشی کرتے ہیں اور یہ ایک غیر شرعی طریقہ ہے، جو اللہ والے لوگ ہیں، وہ تو چھوٹی سے چھوٹی مشتبہ چیز میں بھی احتیاط سے کام لیتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو پاکیزہ زندگی عطا فرماتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، حدیث میں بھی آتا ہے کہ آدمی کی دعا اسی وقت قبول ہوتی ہے جب اس کا لباس حلال پیسے سے ہو اور اس کا کھانا پینا بھی حلال ہو، اگر یہ سب چیزیں حلال نہیں ہیں تو حدیث میں آتا ہے کہ بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟!

آج ہم میں سے اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ ہم کیا کھا رہے ہیں، کہاں سے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کا کوئی خیال نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے اندر وہ کیفیت نہیں رہتی، اللہ سے محبت وتعلق کا جو ایک ذوق ہونا چاہیے، وہ بھی باقی نہیں رہتا اور زندگی ایک دوسرے راستے پر چلی جاتی ہے، اس میں خاص طور پر احتیاط کی ضرورت ہے کہ آدمی حرام سے بچے اور مشتبہ چیزوں سے بھی بچے بلکہ مشتبہ اعمال سے بھی بچے اور اپنی زندگی کا مستقل جائزہ لیتا رہے، انشاء اللہ اس کے ذریعہ سے اللہ کی مدد ہوگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایک اچھی زندگی عطا فرمائیں گے۔

اسلام کی حقیقت

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

”ہر شے کی اصل حقیقت وہی ہوسکتی ہے جو اس کے نام کے اندر موجود ہو، دین الٰہی کی حقیقت لفظ اسلام کے معنی میں پوشیدہ ہے، لفظ اسلام کے معنی ”اطاعت وانقیاد، گردن اور کسی چیز کے حوالہ کر دینے کے ہیں“ پس اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے، خدا تعالیٰ کے حوالے کر دے، اس کی تمام قوتیں، اس کی تمام خواہشیں، اس کے تمام جذبات، اس کی تمام محبوبات، غرضیکہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے انگوٹھے تک جو کچھ اس کے اندر ہے اور جو کچھ اپنے سے باہر رکھتا ہے، سب کچھ ایک لینے والے کے سپرد کر دے اور اپنے قوائے جسمانی ودماغی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جائے اور ایک مرتبہ ہر طرف سے منقطع ہوکر اور اپنے تمام رشتوں کو توڑ کر اس طرح گردن رکھ دے کہ پھر کبھی نہ اٹھے، نفس کی حکومت سے باغی ہوجائے اور احکام الٰہی کا مطیع ومنقاد، یہی وہ حقیقتِ اسلامی کا قانون فطری ہے جو تمام کائنات عالم میں جاری وساری ہے، اس کی سلطنت سے زمین وآسمان کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں، ہر شے جو اس حیات کدۂ عالم میں وجود رکھتی ہے، اپنے اعمال طبیعی کے اندر اس حقیقت اسلامی کی ایک مجسم شہادت ہے، کون ہے جو اس کی اطاعت وانقیاد سے آزاد ہے اور اس کے سامنے سے اپنے جھکے ہوئے سر کو اٹھا سکتا ہے؟!“

(قرآن کا قانون عروج وزوال: ۲۹)

فسخ وتفریق کے مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

تفریق کی تیرھویں بنیاد

نابالغ کا خیار بلوغ کو اختیار کرنا:

شریعت نے اس کا حکم دیا ہے کہ گواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اگر وہ بالغ ہیں تو نکاح میں ان کی رضامندی ضروری ہوگی، معاشرہ میں لڑکیوں سے رضامندی معلوم کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، اس لیے خاص طور سے حدیث میں حکم دیا گیا کہ لڑکی اگر کنواری ہو تو اس کی مرضی بھی معلوم کی جائے، اگر وہ اجازت دے دے یا صراحت سے اجازت نہ دے، خاموش رہے تو اس کو بھی اس کی اجازت مانا جائے گا، اس لیے کہ اگر رشتہ ناپسند ہو تو آسانی سے انکار کردے گی اور اگر پسند ہو تو پسندیدگی ظاہر کرنے سے حیاء مانع ہوسکتی ہے اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی پہلے اس کا کہیں نکاح ہوچکا تھا، لیکن طلاق ہونے یا شوہر کی وفات کے سبب دوبارہ نکاح کیا جارہا ہے تو صراحت سے اجازت دینا ضروری ہوگا:

"عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تنكح الأيم.الحديث" (البخاری، کتاب النکاح، باب لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب إلا برضاها: ٥١٣٦، مسلم، کتاب النکاح، باب استيذان الثيب في النكاح..الخ، ١٤١٩)

آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں اس کی خلاف ورزی کی گئی تو آپ نے بخاری کی روایت کے مطابق ثیبہ کی شکایت پر اس کا نکاح فسخ کردیا اور باکرہ (کنواری) نے شکایت کی تو اسے نکاح باقی رکھنے یا رد کرنے کا ابوداؤد کی روایت کے مطابق خیار دیا۔ (دیکھئے: صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب إذا زوج ابنته وهي كارهة: ٥١٣٩، ٥١٣٨، سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في البكر يزوجها أبوها ولا يستأمرها: ٢٠٩٦)

اور اگر لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوں اور باپ دادا اس کے موجود نہ ہوں، دوسرے اولیاء مثلاً: بھائی یا چچا وغیرہ موجود ہوں اور یہ لوگ اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کفو میں مہر مثل سے کرادیں، ان کا خیال ہو کہ رشتہ مناسب ہے، بعد میں اس طرح کا رشتہ شاید نہ مل سکے تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد ہوتو جاتا ہے لیکن بالغ ہونے کے بعد لڑکے اور لڑکی دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے کہ اگر چاہیں تو نکاح کو باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو شرعی قاضی کے یہاں جاکر نکاح فسخ کرالیں، لیکن اس کی تین شکلیں ہیں اور سب کے مختلف احکام ہیں:

۱- اگر لڑکے کا نکاح کرایا گیا تھا اور وہ نکاح فسخ کرانا چاہتا ہے تو بلوغ کے بعد جب تک وہ اپنے قول یا کسی فعل سے رضامندی کا اظہار نہ کردے، اس کا یہ خیار باقی رہے گا۔

۲- یہی حکم اس وقت ہوگا جب لڑکی کا نکاح کرایا گیا ہو اور بلوغ کے وقت وہ ثیبہ ہوگئی ہو یعنی بلوغ سے پہلے ہی شوہر نے اس سے صحبت کرلی ہو۔

۳- لیکن جب لڑکی بلوغ کے وقت کنواری ہو تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ بالغ ہوتے ہی (یعنی بلوغ کی کوئی علامت دیکھتے ہی یا چاند کے اعتبار سے پندرہ سال مکمل ہوتے ہی) زبان سے صراحت کے ساتھ اس نکاح سے راضی نہ ہونے کے الفاظ زبان سے ادا کرے، اگر لوگ موجود ہوں تو گواہ (یعنی دو مردوں کو یا ایک مرد اور دو عورتوں کو اسی وقت) بنالے ورنہ جیسے ہی ملیں بنالے، پھر دار القضاء جائے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جب نکاح کا اسے علم ہو، لیکن اگر پہلے اطلاع نہیں تھی تو بلوغ کے بعد جب اطلاع ملے، مندرجہ بالا احکام رہیں گے اور یہ سب اسی وقت اسے کرنا ہوگا۔

(شامی: ۷۳/۳، الحیلۃ الناجزۃ: ۱۴۳-۱۴۸)

جب نابالغ کا نکاح باپ یا دادا کرائے؟

اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح باپ نے یا باپ کے نہ ہونے

کی صورت میں دادا نے کرایا ہو تو بالغ ہونے کے بعد ان کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا، خواہ انھوں نے کفو میں نکاح کرایا ہو یا غیر کفو میں، البتہ کچھ صورتوں میں باپ دادا کا کرایا ہوا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا ہے، وہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-جب باپ یا دادا نے نشے کی حالت میں نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح نامناسب جگہ کرادیا ہو۔ (شامی: ۳/ ۶۷)

۲-اگر باپ دادا اداءِ سوءِ اختیار سے معروف ہوں یعنی ان کی یہ بات معروف ہو کہ لالچی ہونے کے سبب بچوں کا رشتہ نامناسب جگہ کردیتے ہیں اور اس سے پہلے اس کا تجربہ ہو چکا ہو اور وہ اپنے نابالغ بچوں کا نکاح غیر کفو میں کردیں، یا لڑکے کی شادی میں مہر بہت زیادہ بڑھا دیں اور لڑکی کی شادی میں بہت گھٹا دیں تو نکاح باطل ہوگا۔ (شامی: ۳/ ۶۶-۶۷)

۳-اسی طرح اگر باپ دادا فاسق متہتک یعنی علانیہ فاسق اور بے باک و بے غیرت ہوں تو ان کا حکم بھی سئی الاختیار جیسا ہوگا۔ (شامی: ۳/ ۵۴)

اور اگر غیر کفو میں باپ دادا کے علاوہ بھائی اور چچا وغیرہ جیسے کسی ولی نے نکاح کرادیا ہو تو وہ بدرجہ اولیٰ باطل ہوگا۔ (شامی: ۳/ ۶۷)

تفریق کی چودھویں بنیاد

عورت کا حرمت مصاہرت سے دو چار ہونا:

جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرتا ہے تو عورت کے اصول اور فروع ہمیشہ کے لیے مرد پر حرام ہو جاتے ہیں یعنی عورت کی ماں اس کی ماں بن جاتی ہے اور اس کی نانی دادی اس کی بھی نانی دادی بن جاتی ہیں، اسی طرح عورت سے دخول کے بعد اس کی بیٹی بھی اس کی بیٹی بن جاتی ہے اور خود جو بیٹی اس کے صلب سے ہو وہ تو اس کی بیٹی رہتی ہی ہے، ظاہر ہے ساس وغیرہ سے نسبی طور پر اس کا تعلق نہیں ہوتا ہے، یہ تعلق عورت سے شادی کرنے کے بعد قائم ہوتا ہے، اس سے قائم ہونے والا رشتہ صہریت کہلاتا ہے یعنی سسرال کے ذریعہ قائم رشتہ، اب اگر کوئی فاسق اور بد دین اس رشتہ کے تقدس کو پامال کرتا ہے تو اس کی سزا کے طور پر بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اس نے ایسے رشتے کے تقدس کو پامال کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نعمت کے ذکر کیا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً﴾ (الفرقان: ٥٤) (اور اللہ ہی نے پانی سے انسان کو بنایا اور پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔)

لیکن اس حرمت کے باوجود جب تک قضاء قاضی یا متارکہ نہ ہو جائے، عورت کے لیے کہیں الگ نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا، جہاں تک قضاء قاضی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں "کتاب الفسخ والتفریق" میں مندرجہ ذیل تفصیل کی گئی ہے:

"جب عورت حرمت مصاہرت کی بنا پر قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کرے گی اور یہ مطالبہ کرے گی کہ مجھ کو میرے خاوند سے تفریق کر دی جائے تو قاضی شوہر سے بیان لے گا، اگر اس نے عورت کے بیان کی تصدیق کی تو قاضی عورت کی تفریق کردے گا اور اگر شوہر نے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کی تو عورت سے قاضی گواہ طلب کرے گا، گواہ پیش ہونے پر جب حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی تو قاضی تفریق کردے گا اور اگر عورت گواہ نہ پیش کرسکی یا پیش کیا لیکن ان میں شرائط شہادت موجود نہ تھے تو مرد سے حلف لیا جائے گا، اگر اس نے حلف سے انکار کردیا تو قاضی تفریق کردے گا اور اگر شوہر نے حلف اٹھالیا تو قاضی مقدمہ خارج کردے گا (لیکن عورت کے لیے اس حالت میں جائز نہیں ہوگا کہ وہ شوہر کو اپنے اوپر قابو دے یعنی یہ ایک پریشانی کی صورت پیدا ہو جائے گی۔)" (کتاب الفسخ والتفریق: ۱٤۳، شامی: ۳/ ۳۷، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

جہاں تک متارکہ کا تعلق ہے تو عورت اگر مدخول بہا ہے تو اس کا متارکہ یہ ہے کہ زبان سے کہے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، یا اس سے ملتے جلتے الفاظ اور غیر مدخول بہا میں الفاظ سے بھی متارکہ ہو جاتا ہے اور احتیاطاً اسی پر عمل ہونا چاہیے، البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر اس ارادہ کے ساتھ اس سے کنارہ کشی کرلے کہ اب اس کے پاس نہیں جائیں گے تب بھی وہ عورت کہیں الگ نکاح کرسکتی ہے۔ (شامی: ۳/ ۴۳)

لیکن بہتر اور احتیاط یہی ہے کہ مدخول بہا کی طرح اس سے بھی قولی متارکہ کیا جائے۔

رمضان المبارک اور اس کے تقاضے

عبدالسبحان ناخدا مدنی ندوی

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے پوری طرح کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے پوری طرح بند کردیئے جاتے ہیں اور تمام سرکش شیاطین کو زنجیروں میں پوری طرح جکڑ دیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے رمضان میں روزوں کے متعلق یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ جو شخص رمضان کے روزے ایمان داری یعنی پوری سچائی کے ساتھ رکھے اور اپنا جائزہ لیتے ہوئے ثواب کی امید میں رکھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صغیرہ گناہ معاف ہوں گے اور کبیرہ گناہوں کی شدت میں کمی کردی جائے گی، بلاشبہ اللہ کا جو بندہ رمضان کے روزے سچائی کے ساتھ رکھے گا اور توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے کیا بعید ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کو بھی معاف کردیں۔

حضور ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ جو شخص رمضان میں قیام کا اہتمام کرے یعنی اللہ کے لیے نمازیں پڑھے اور راتوں کو جاگے اور سب سے بڑھ کر شب قدر میں قیام کرے لیکن اس میں بھی وہی ایمان داری اور ثواب کی نیت ضروری ہے تو اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

شب قدر کو پانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی رمضان کے آخری عشرے کی تمام راتوں میں عبادت کا بھرپور اہتمام کرے تو یقینی بات ہے کہ اس کو شب قدر حاصل ہوجائے گی، آدمی آخری عشرے کی آخری راتوں میں یہ سمجھ کر عبادت کرے کہ یہ رات اسی عشرے میں ہے تو یقیناً کسی نہ کسی شب میں اس کو یہ شرف حاصل ہوگا۔

ایک حدیث قدسی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ اللہ کا ارشاد ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہے، سوائے روزے کے، روزہ میرا ہے اور میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر یقین ہے کہ ہمارا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے اور اللہ ہی ہر عمل کا بدلہ دیتا ہے، اب اگر کسی چیز کی نسبت اللہ رب العزت اپنی طرف کردے تو اس کی شان ہی کچھ اور ہوجاتی ہے، اس حدیث قدسی میں بھی اللہ رب العزت نے روزہ کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی بظاہر عبادت کرتے ہوئے دکھائی بھی نہیں دیتا، جب تک آدمی زبان سے نہ بولے تب تک اس میں ریاکاری کا امکان ہی نہیں ہے، اس کے علاوہ ہر عبادت میں انسان کچھ نہ کچھ کرتا نظر آتا ہے، لیکن روزہ میں حالت یہ ہوتی ہے کہ آدمی لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، کاروبار کرتا ہے اور ایک دوسرے سے معاملہ بھی کرتا ہے لیکن پیٹ سے بھوکا ہے اور ایک عظیم ترین عبادت میں مشغول ہے، گویا اس عبادت میں خلوص ہی خلوص ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہ عمل بے انتہا محبوب ہے جو خالص اللہ کے لیے کیا جائے بلکہ یہ قبولیت کی شرط بھی ہے، ممکن ہے کہ اسی بنیاد پر اللہ نے یہ فرمایا کہ میں ہی روزہ کا بدلہ دیتا ہوں۔

آپ ﷺ نے امت کے سامنے ہمیشہ دونوں پہلو رکھے ہیں، اگر ایک طرف ہمارے سامنے رمضان کی بشارت والی یہ روایات ہیں تو دوسری طرف وہ روایات بھی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ہم نے اس عظیم ترین مہینے میں روزوں کا اور اس کی بابرکت راتوں میں عبادت کرنے کا اہتمام نہ کیا اور اس مہینے کے حقوق کی ادائیگی کا خیال ہمیں نہ رہا تو اس کا وبال بھی اتنا ہی سنگین ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتنے ہی ایسے روزے دار ہیں جن کو اپنے روزوں کے بدلے میں سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی ایسے راتوں کے عبادت گذار ہیں جن کو

اپنی راتوں کی عبادت میں سوائے شب بیداری کے اور اپنی نیند کو خراب کرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

بلاشبہ یہ بڑے ڈرنے کی بات ہے کہ ہم دن میں روزے رکھ رہے ہیں اور راتوں کو عبادت بھی کر رہے ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کر رہے ہیں، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کام کر رہے ہیں اور بس تھکے جا رہے ہیں، اس کے بدلے میں ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔اس لیے ہمیں اس سلسلے میں بہت غور و فکر کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بعض مقامات پر یہ تشریح بھی کی ہے کہ روزوں کا تقاضا کیا ہے؟ ایک جگہ فرمایا کہ جو آدمی روزہ میں جھوٹ نہ چھوڑے اور جھوٹ پر عمل کو نہ چھوڑے تو اللہ رب العزت کو بھی یہ ضرورت نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے کو چھوڑ دے۔

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر کوئی آدمی روزہ رکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ جھگڑوں بکھیڑوں اور گالی گلوچ سے دور رہے اور اگر کوئی دوسرا شخص زبردستی اس کے ساتھ گالی گلوچ پر اتر آئے تو وہ اس سے زبان سے بھی کہے اور دل میں بھی یہ بات کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور میرا یہ کام نہیں۔

اگر آج ہم اپنے سماج کا جائزہ لیں تو مشکل سے ایسے لوگ ہمیں نظر آئیں گے جو احادیث کے ان تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر روزہ رکھتے ہوں اور عبادت کا اہتمام کرتے ہوں اور وہ بالکل اسی طرح روزہ رکھتے ہوں جیسا کہ اللہ کے مقبول بندے رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں روزہ کا ایک بنیادی مقصد ''تقویٰ'' بتایا ہے اور تقویٰ کا مطلب ہے: امانت داری اور خوفِ خدا کا ہونا، روزہ میں ہر آدمی کی یہی تربیت کرانا مقصود ہے، اس کے سامنے ساری چیزیں موجود ہیں لیکن وہ کھاتا پیتا نہیں، اسی طرح پوری زندگی کے لیے انسان یہ طے کر لے کہ وہ امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ زندگی بسر کرے گا، یہ روزہ کا بنیادی پیغام ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ ''خشوع'' ہے یعنی دل کے سچے لوگ، اللہ والے لوگ، مخلص لوگ اور اللہ کے لیے عبادت کرنے والے لوگ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانے میں یہ حال ہو جائے گا کہ کسی ایک بھی خشوع والے کو تم نہیں دیکھو گے۔

آنحضرت ﷺ نے دوسری چیز یہ ارشاد فرمائی کہ میری امت میں دوسری چیز جو اٹھالی جائے گی وہ ''امانت داری'' ہے یعنی معاملات میں امانت داری نہیں رہے گی، کسی کو ٹھگ لیا، کسی کو دھوکہ دیا، کسی سے قرض لے کر مکر گئے، کسی کی جائیداد ہڑپ کر لی اور کسی پر غلط مقدمہ دائر کیا، اس کے علاوہ بھی نہ جانے کتنے رذیل ترین کام ایسے ہیں جن کو آج کے زمانے میں ہوشیاری قرار دیا جاتا ہے، ظاہر ہے اس سے بڑھ کر جاہل و نادان کون ہو سکتا ہے؟!

رمضان کے مبارک موقع پر یہ حدیث ہمیں ایک پیغام دیتی ہے، ہمارے اندر خشوع کی کیفیت پیدا ہونے کا یہ مبارک مہینہ سب سے بڑا ذریعہ ہے، ہمیں زیادہ سے زیادہ اس مہینے میں خشوع کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اسی طرح امانت داری کا وصف اختیار کرنے اور اس کو اپنی زندگی کا عملی حصہ بنانے کا بہترین موقع بھی یہی ماہ مبارک ہے، اگر ہمارے ذمہ کسی کا بھی کوئی حق ہے، چاہے وہ کتنا ہی پرانا ہو تو ہمیں چاہیے کہ رمضان کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے ہم اس حق کو ادا کر دیں یا جس شخص سے معاملہ متعلق ہو اس سے معافی مانگ کر اپنا معاملہ بالکل صاف کر لیں۔

آنحضرت ﷺ کے یہ ارشادات ہمیں ایک پیغام دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کے قیمتی لمحات کو حقیقت میں مبارک بنانے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ رمضان کا مہینہ گذر جائے اور اس کی برکت کے تذکرے محض ہماری زبانوں تک محدود رہیں اور وہ حقیقت بن کر ہماری زندگی میں نہ سما سکیں، حضور ﷺ نے اس ماہِ مبارک کی قدر دانی نہ کرنے والوں کے متعلق اس حد تک بات ارشاد فرمائی کہ وہ شخص خاک آلود ہو جس کے سامنے پورا رمضان گذر جائے اور اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ضرورت ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیں اور سچی توبہ کر کے رمضان کے اوقات کو ایمان و احتساب کے ساتھ بسر کریں، اگر ہم نے ایسا کیا تو انشاء اللہ یہ رمضان بڑا مبارک ثابت ہوگا۔

روزہ کا مقصد

مولانا محمد ناصر ندوی (دبئی)

روزہ وہی نفع بخش اور باعث اجر وثواب ہے جو برائیوں سے روک دے، نیکیوں پر آمادہ کرے اور نفس میں تقویٰ پیدا کردے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾(البقرة: ۲۸۱) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔)

روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ اپنے روزہ کو تمام گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے نصیب میں صرف بھوک اور پیاس ہی آئے اور روزہ کے اجر وثواب سے محروم رہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوْعُ."

(سنن النسائی، سنن ابن ماجة)

(بعض ایسے روزے دار ہوتے ہیں کہ ان کے روزے میں سے انہیں صرف بھوک ہی نصیب ہوتی ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ."(البخاری، مسند أحمد)

(جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا اور پینا ترک کردے۔)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین اپنے روزوں کی حفاظت کا خاص اہتمام کرتے تھے، جس طرح کھانے پینے سے اپنے آپ کو بچاتے تھے، اسی طرح گناہوں کے کاموں سے بھی اپنے آپ کو دور رکھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:"لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الشَّرَابِ وَالطَّعَامِ وَحْدَهُ وَلَكِنَّهُ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ." (روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے بلکہ جھوٹ، باطل کاموں اور لغویات سے رکنے کا نام روزہ ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بندے کے حق میں خود روزہ اور قرآن سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے روکے رکھا۔ اس بندے کے حق میں میری سفارش قبول فرما پھر اللہ کے دربار میں قرآن عرض کرے گا: اے اللہ! میں نے اس کو راتوں میں سونے سے روکے رکھا۔ اس بندہ کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا:"ان کی سفارش بندے کے حق میں قبول ہے۔"

قرآن حکیم کی تلاوت کرنا اور اس سے دلی لگاؤ رکھنا اور رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا اس قدر قیمتی اعمال اور انسان کے لیے باعث عز وشرف ہیں کہ مؤمن کے گناہوں کی معافی اور اللہ کی رضا کے حصول کا باعث بن سکتے ہیں۔

رمضان المبارک میں رکھے گئے روزے اور قرآن کی تلاوت یا اس کا سننا اللہ کو بہت پسند اور نہایت مبارک عمل ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں سے انسان کی روح پاکیزہ اور صاف ستھری ہو جاتی ہے، جب کہ قرآن کریم کی تلاوت سے انسان کا وجود آیاتِ الٰہیہ کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ سے بندہ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

یہ دونوں اعمال بندے کے حق میں اللہ کے روبرو روز قیامت

سفارش کریں گے۔ روزہ پروردگار کے حضور کہے گا کہ اے اللہ! میں نے اسے کھانے پینے سے روکے رکھا اور بھوکا پیاسا رہنے پر مجبور کیا۔ تو اس کے اس عمل کو قبول فرما اور اس بندے کی لغزشوں کو معاف فرما۔

قرآن کریم پروردگار کے حضور التجا کرے گا کہ میں نے اس کو رمضان میں اپنے ساتھ مشغول رکھا، اس کو تھکایا اور سونے نہ دیا۔ اے رب کریم! اس کے اس مبارک عمل پر میری سفارش قبول فرما اور اسے اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ عطا فرما۔ پروردگار بندے کے حق میں ان دونوں (قرآن اور روزہ) کی سفارش قبول کرلیں گے۔

قرآن وسنت میں اعمال صالحہ پر ایسے گراں قدر اجر کے وعدے اس امر کے ساتھ مشروط ہیں کہ ان اعمال کو ان کے تمام تقاضوں اور آداب کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔ جب بندہ کسی عبادت کو اس کی روح کے مطابق ادا کرنے کی بساط بھر کوشش کرتا ہے تو بشری کوتاہیوں، کمزوریوں اور صغیرہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے درگزر فرما کر شرف قبولیت سے نواز دیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں مکمل کوشش کرنی چاہیے کہ روزہ میں خالق دوجہاں کے احکام کی ادنیٰ خلاف ورزی نہ ہو اور ہمیں تلاوت وسماعت قرآن کا حتی المقدور اہتمام رکھنا چاہیے۔

رب کریم سے دعا ہے کہ یہ دونوں اعمال یکسوئی سے ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہماری عبادت اس قابل بنائے کہ رمضان اور قرآن روز قیامت اللہ کے سامنے ہماری سفارش کریں۔

کسی شخص یا گروہ کا کسی دوسرے شخص یا گروہ کے متعلق قصداً کسی بات کو حقیقت کے خلاف بیان کرنا جھوٹ ہے۔ مختلف وجوہات کی بنا پر کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لیے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ ہر معاشرہ میں جھوٹ کو بہت برا فعل گردانا جاتا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھ میں بہت سی برائیاں ہیں جنہیں میں چھوڑ نہیں سکتا۔ آپ مجھے فرمایئے کہ میں کوئی ایک برائی چھوڑ دوں تو وہ میں چھوڑ دوں گا، آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو، اس شخص نے وعدہ کرلیا اور جھوٹ بولنا چھوڑ دیا تو اس کے جھوٹ بولنے کے چھوڑنے کے سبب اس کی تمام برائیاں چھوٹ گئیں۔

جھوٹ بدترین گناہ ہے، انسانی معاشرہ کی بربادی کا پیش خیمہ بن چکا ہے۔ انسان جب بھی کچھ بولتا ہے تو اللہ کے فرشتے اسے نوٹ کرتے رہتے ہیں پھر اسے اس ریکارڈ کے مطابق اللہ کے سامنے قیامت کے دن جزا وسزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔“ (سورۂ ق: ۱۸)

یعنی انسان کوئی کلمہ اپنی زبان سے نکالتا ہے، اسے یہ نگراں فرشتے محفوظ کر لیتے ہیں۔ فرشتے اس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں، خواہ اس میں کوئی گناہ یا ثواب اور خیر یا شر ہو یا نہ ہو۔

امام احمد نے بلال بن حارث مزنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر یہ اسے معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے، اسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضائے دائمی قیامت تک کے لیے لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا (معمولی سمجھ کر) زبان سے نکال دیتا ہے، اسے گمان نہیں ہوتا کہ اس کا گناہ و وبال کہاں تک پہنچے گا، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لیے لکھ دیتا ہے۔“

(ابن کثیر تلخیص، از: معارف القرآن، ج:۸، ص:۱۴۳)

جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور یہ ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ قرآن کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”لعنت ہو اللہ کی ان پر جو کہ جھوٹے ہیں۔“ (آل عمران: ۶۱)

مغربی ممالک کی انسان دشمنی

سید محمد مکی حسنی ندوی

انسان دشمنی کا لفظ سننے سے ہی نگاہوں میں ایک سیاہ سایہ چھا جاتا ہے، یہ وہ رویہ ہے جو انسانی حقوق، امن اور انصاف کے بجائے طاقت، استحصال اور بالادستی کو ترجیح دیتا ہے، دنیا کے سیاسی منظرنامہ میں مغربی ممالک-خاص طور پر یورپ اور امریکہ-کی شبیہ اس حیثیت سے بہت داغ دار رہی ہے کہ پوری تاریخ میں ان کی زیادہ تر پالیسیاں انسانی خون سے لتھڑی ہوئی ہیں۔

ماضی میں نوآبادیات کے ذریعے لاکھوں کی جانیں لی گئیں، جبکہ حال میں وسائل کی ہوس اور جغرافیائی بالادستی کے نام پر جنگیں چھیڑی جارہی ہیں۔ مغربی انسان دشمنی کی جڑیں قرون وسطیٰ سے ملتی ہیں، جب صلیبی جنگیں مشرق وسطیٰ پر حملہ آور ہوئیں۔ آج بھی عراق، افغانستان اور فلسطین جیسے علاقوں میں امریکی اور یورپی مداخلت پوری انسانیت کا سب سے بڑا المیہ ہے۔

مغربی ممالک کی انسان دشمنی کا سب سے واضح باب نوآبادیات (Colonialization) کا ہے۔ پندرہویں صدی سے یورپی طاقتیں-برطانیہ، فرانس، ہسپانیہ، پرتگال اور ہالینڈ- نے افریقہ، ایشیا اور امریکہ کو لوٹنا شروع کیا۔ کرسٹوفر کولمبس کی 1492ء میں امریکہ کی دریافت کے بعد ہسپانویوں نے لاکھوں مقامی باشندوں کو قتل کیا۔ تاریخی دستاویزات بتاتی ہیں کہ 1500ء سے 1600ء تک صرف ہسپانوی نوآبادیات میں 90 فیصد مقامی آبادی وباؤں، غلامی اور قتل عام کی وجہ سے ختم ہوگئی۔

برطانیہ کی ہندوستان پر قبضہ 1757ء کی پلاسی کی لڑائی سے مکمل ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بنگال کے کپاس اور مسالوں کو لوٹا، جبکہ 1770ء کی بنگال کی قحط نے 1 کروڑ لوگوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ برطانوی مؤرخین جیسے مائیکل ایڈمز (Michael Scott Adams) نے ''ناک آؤٹ بلاک'' میں لکھا کہ یہ قحط برطانوی پالیسیوں کا نتیجہ تھا، نہ کہ قدرتی آفت۔ افریقہ میں کانگو (Congo) پر بلجین بادشاہ لیوپولڈ دوم (Belgian King Leopold II) کا راج (1885-1908) میں تھا، اس راج میں انسانی تاریخ کا سب سے بڑا قتل عام ہوا تھا، 1 کروڑ افریقی موت کے گھاٹ اتارے گئے، ساتھ میں ان کے ہاتھ کاٹے گئے تاکہ بادشاہ کے سامنے ثبوت کے طور پر پیش کیے جائیں۔

فرانس الجیریا میں (1830-1962) نے 15 لاکھ الجیرینوں کو قتل کیا جیسا کہ فرانسیسی مؤرخین نے تسلیم کیا۔ یہ نوآبادیات محض لوٹ تھی بلکہ ثقافتی تباہی بھی، زبانوں کو ختم کیا، مذاہب پر پابندی لگائی۔ عالمی بینک کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ نوآبادیاتی دور میں یورپ کی دولت افریقہ اور ایشیا سے منتقل ہوئی جو آج بھی مغربی معیشت کی بنیاد ہے۔ یہ انسان دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟!

دوسری عالمی جنگ (1939-1945) نے مغربی انسان دشمنی کو ایک نیا رخ دیا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر 1945ء میں امریکی ایٹم بموں سے 2 لاکھ جاپانی شہری ہلاک ہوئے، یہ پہلا اور واحد ایٹمی حملہ تھا۔ ٹرومن انتظامیہ نے دعویٰ کیا کہ یہ جنگ ختم کرنے کے لیے ضروری تھا، مگر دستاویزات بتاتی ہیں کہ یہ سوویت یونین کو ڈرا کر جنگ کے بعد ان کو محدود کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔

ویتنام جنگ (1955-1975) میں امریکہ نے کیمیائی ہتھیاروں جیسے ایجنٹ اورنج (Agent Orange) استعمال کیا جس سے لاکھوں ویتنامی معذور ہوئے۔

پنٹاگون پیپرز (Pentagon Papers) نے بتایا کہ امریکی قیادت کو جنگ کی ناکامی کا اندازہ تھا، پھر بھی 58 ہزار امریکی اور 30 لاکھ ویتنامی ہلاک ہوئے۔ افریقہ میں پرتگال اور بلجیم کی نوآبادیاتی جنگیں (انگولا، موزمبیق) نے انسانی حقوق کی خلاف

ورزیاں کیں۔

سرد جنگ کے دوران CIA کی مداخلتیں، چلی میں 1973ء کا الینڈے بغاوت، ایران میں 1953ء کا مسداد، گوئٹے مالہ (1954ء) میں آمرین کو نصب کیا۔ثبوت ہے کہ یہ سب تیل اور کمیونزم روکنے کے لیے تھے۔فلسطین میں برطانیہ کی بالفور اعلانیہ (1917) نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھی جو آج تک عربوں پر ظلم کا باعث ہے۔ یہ سب انسانی دشمنی کی مثالیں ہیں جہاں طاقت نے اخلاق کو روندا۔

21ویں صدی میں مغربی انسان دشمنی نے روپ بدل لیا، دہشت گردی کے نام پر جنگیں، ڈرون حملے اور اقتصادی پابندیاں۔

11 ستمبر 2001 کے حملوں کے بعد امریکہ نے افغانستان (2001) اور عراق (2003) پر حملہ کیا۔ Lancet Study 2006 کے مطابق عراق میں ''وسائل تباہی'' کے جھوٹے الزام پر 10 لاکھ شہری ہلاک ہوئے۔ ابوغریب جیل اور گوانتاناموبے میں تشدد کی تصاویر نے دنیا کو ہلا دیا۔

لیبیا میں 2011ء کا نیٹو حملہ قذافی کو ہٹانے کے نام پر ملک کو تباہ کیا گیا، وہاں آج تک خانہ جنگی جاری ہے۔ شام میں مغربی حمایت یافتہ باغیوں نے 5 لاکھ شہریوں کی جانیں لیں۔فلسطین میں اسرائیل کی غزہ بمباری (2023-2024) میں 60 ہزار سے زائد فلسطینی ہلاک ہوئے جو امریکہ کی ہتھیار سپلائی سے ممکن ہوا۔ اقوام متحدہ کی رپورٹس بتاتی ہیں کہ یہ جنگی جرائم ہیں۔

ڈرون حملوں میں پاکستان، یمن اور صومالیہ میں 10 ہزار شہری ہلاک ہوئے۔ یورپ کی مہاجرین پالیسی، بحیرہ روم میں ہزاروں لوگ ڈوبے، انسان دشمنی کی علامت ہے۔معاشی طور پر، IMF اور ورلڈ بینک کی پابندیاں افریقہ اور لاطینی امریکہ کو غربت میں دھکیلتی جا رہی ہیں۔ یونان (Greece) کی 2010 کی معاشی بحران میں یورپی یونین نے سخت شرائط لگائیں جو خودکشیوں میں اضافہ کا باعث بنیں۔

وسائل کی ہوس آج بھی جاری ہے: افریقہ میں معدنیات، یورینیم، تانبہ اور کوبالٹ جیسے ذخائر پر فرانس، امریکہ، یورپ کے متعدد ممالک کی کمپنیوں کا اثر رہا ہے۔ ہیرے کی کان پر اور اس کی عالمی تقسیم میں برطانیہ کی ایک کمپنی کا مکمل اثر و رسوخ آج تک ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس سب زمینی دولت کا فائدہ ان کمپنیوں اور ان ممالک کے حاکموں کو تو ہوتا ہے لیکن وہاں کے عوام بنیادی وسائل سے بھی محروم ہیں۔

امریکی کمپنیوں کا مکمل قبضہ مشرق وسطیٰ کے تیل کی کانوں پر ہے، جس میں خلیجی ممالک کے علاوہ 2003 کی جنگ کے بعد عراق پر بھی قبضہ بڑھا ہے۔ان سے دفاع کا معاہدہ بھی ہے جس کی وجہ سے مغربی ممالک جیسا چاہیں گے ان خلیجی ممالک کو کرنا ہوگا۔

مغربی میڈیا اور ہالی ووڈ اسلاموفوبیا پھیلاتا ہے 9—/11 کے بعد مسلمانوں کو دہشت گرد بنا دیا۔ سوشل میڈیا پر الگورتھم (Algorithms) نفرت کو فروغ دیتے ہیں۔ یورپ میں دائیں بازو کی پارٹیاں، فرانس کا نیشنل رالی (National Rally)، جرمنی کا AfD سیاسی جماعت مہاجرین پر حملے کرتی ہیں۔ یہ نفسیاتی جنگ انسانی ہمدردی کو ختم کرتی ہے۔

مغربی ممالک کی انسان دشمنی ماضی سے حال تک جاری ہے، نوآبادیات سے ڈرون تک شواہد واضح ہیں، لاکھوں جانیں تباہ، معیشتیں برباد اور ثقافتی نقصان۔ تاہم یہ مطلق نہیں، اندرونی تنقید (جیسے BLM تحریک) اور عالمی دباؤ تبدیلی لاسکتا ہے۔ مسلم دنیا کو اپنی طاقت مضبوط کرنی ہوگی، سفارتی اور اقتصادی طور پر، امن اور انصاف کی خاطر۔

ان کی انسان دشمنی کی داستان اتنی لمبی ہے کہ ایک مضمون میں اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ مغربی ممالک جتنا بھی انسانیت اور امن کے ٹھیکے دار ہو جائیں لیکن گزرتے وقت اور میڈیا نے دھیرے دھیرے ان کے چہروں سے مکھوٹہ ہٹا دیا ہے، اب یہ بات صاف ہے کہ یہ اصلاً انسانیت کے دشمن اور دولت و قوت کے پجاری ہیں جو ان وسائل کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔

قرآن کریم بے مثال کلام

محمد عبداللہ بن حکیم محمد حذیفہ علیگ

قرآن عظیم خدائے حکیم کا بے مثال کلام ہے جو سرچشمہ ہدایت اور رحمت ربانی کا مظہر اتم ہے۔ یہ ایک معجزۂ ابدی ہے جو ہر دور میں اپنی حقانیت کا پرچم بلند کیے ہوئے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (فصلت: ۴۱-۴۲)

(بیشک یہ ایک زبردست کتاب ہے اس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا یہ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل کردہ ہے۔)

قرآن تمام بنی نوع انسان کے لیے ابد تک فلاح دارین کا جامع ہدایت نامہ ہے جو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ سے لے کر ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ تک حرف بہ حرف، لفظ بہ لفظ، ربِّ کائنات کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ یہ قرآن فرشتہ وحی جبرئیل امین کے توسط سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تقریباً ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں نازل ہوا اور آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود بھی اسی طرح مکمل محفوظ اور غیر متبدل حالت میں ہمارے درمیان موجود ہے اور قیامت تک یوں ہی باقی رہے گا ان شاء اللہ، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹) (بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔)

قرآن حکیم کی تلاوت باعثِ ثواب ہے، اس کا سننا دلوں کو لطافت بخشتا ہے، اس پر غور وفکر ذہن کو جلا دیتا ہے اور اس پر عمل کرنا ہدایت وسعادتِ دارین عطا کرتا ہے۔

مطالب ومعانی، فصاحت وبلاغت، ترکیب وتنسیق اور معنوی گہرائی کے اعتبار سے قرآن مجید لاجواب ہے۔ یہ بلند ترین الفاظ اور عمیق ترین معانی کا حامل ہے اور یہی اس کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ یاد رکھیے! معجزہ ہمیشہ وقت کے حالات کے مطابق نازل ہوتا ہے مثلاً: سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب وحکمت کا غلبہ تھا، اس لیے ان کا معجزہ نابینا کو بینا کرنا اور مریض کو شفا دینا تھا۔ اسی طرح جب نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو عرب میں زبان وبیان اور شعر وادب کا بول بالا تھا، لہٰذا آپ کو قرآن مجید کی صورت میں ایک ایسا زندہ اور دائمی معجزہ عطا ہوا جو نہ صرف فصاحت وبلاغت کا شاہ کار ہے بلکہ اپنے زندگی بخش اور انسان ساز پیغامات کے ذریعے رہتی دنیا تک کے لیے ایک نوری مینار ہے۔

یہی قرآن کی حقانیت کا زندہ ثبوت ہے کہ عرب کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ شعراء، ادباء اور اہل زبان باوجود شدید کوششوں اور قرآن کے کھلے چیلنج کے، اس جیسی ایک بھی سورت نہ لا سکے، ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَـٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾

(اے نبی! آپ فرما دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کوئی کلام لے آئیں تو وہ اس جیسا نہیں لا سکتے، اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔)

قرآن ایک ایسا معجزۂ ابدی ہے جس کی نظیر نہ آج تک کوئی اہل علم پیش کر سکا اور نہ قیامت تک پیش کر سکے گا، یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

یہ تو محض قرآن کریم کے چند اوصاف وکمالات تھے۔ اس کے دیگر اعجازات کا احاطہ طوالت کے خوف سے ممکن نہ ہوسکا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے حقیقی تعلق جوڑنے، اسے سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں!

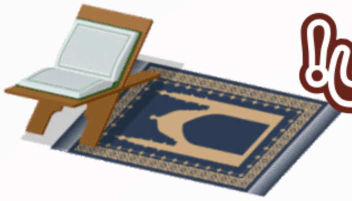

محمد اسماعیل (تمل ناڈ)

انسانی سوچ ایک عجیب چیز ہے، جس چیز کی محبت انسان کے دل میں بیٹھ جائے، اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں اسے لطف آنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر آج کل بہت سے لوگ فلمی اداکاروں کی ذاتی زندگی تک جاننے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔

یہاں ایک اہم بات یاد رکھنے کی ہے کہ جس اللہ نے ہمیں پیدا کیا، ہمیں زندگی عطا کی اور ایک مقرر وقت تک اس دنیا کے نظام کو چلاتا رہے گا اور جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور ان کی نگہبانی فرما رہا ہے، اسی اللہ کو جاننے میں ہم اکثر غفلت کا شکار ہیں۔ جبکہ اس کے لیے کسی بڑی مشقت کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے ہمیں قرآن جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی ہے۔ اگر ہم اسے توجہ سے پڑھیں اور سمجھیں تو معرفت الٰہی حاصل کرنے میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

مثال کے طور پر آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات بیان کی گئی ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے تمام علوم کا احاطہ کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے لیکن اللہ کی صفات کو سمجھنے کی کوشش ہمارے ایمان کو مضبوط کرتی ہے۔ جب ہم آیت الکرسی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کا علم ہوتا ہے۔ اگر ہم ان صفات میں غور کریں تو ان کی وسعت انسان کو حیران کر دیتی ہے۔

اللہ ہی اول ہے اور وہی آخر ہے۔ اس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ کوئی انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسے کسی پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس پر فنا ہونے کا کوئی حکم لاگو ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتدا قلم سے فرمائی۔ پھر اسے حکم دیا: لکھو، قلم نے پوچھا: کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: جو کچھ میں حکم دوں اور جو کچھ میرے علم میں ہے سب لکھ دو۔ چنانچہ لوح محفوظ میں تمام چیزیں لکھ دی گئیں مثلاً: آسمان و زمین کی تخلیق، انسان کی پیدائش، اس کے لیے دنیا کی نعمتیں اور ہدایت کے لیے رسولوں کا بھیجا جانا۔

انسان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے روحوں کو پیدا فرمایا اور ان سے عہد لیا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، پھر انہیں ہدایت اور رسولوں کی پیروی کا حکم دیا گیا لیکن دنیا میں آنے کے بعد بہت سے لوگ اس عہد کو بھول گئے۔

انبیاء علیہم السلام کی زندگی ہمارے لیے صبر اور استقامت کی مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔ ہم نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کا نام آتے ہی درود شریف پڑھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے دین کے لیے بے شمار تکلیفیں برداشت کیں۔ اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ دین کے راستے میں مشکلات آنا فطری بات ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم ریت پر لٹایا گیا اور سینے پر بھاری پتھر رکھا گیا مگر وہ صرف یہی کہتے رہے: احد، احد، اللہ ایک ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اللہ اور قرآن کا ہمارے دلوں میں کیا مقام ہے؟ کیا ہم نے واقعی قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے؟

آیئے! ہم قرآن کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔ اس کی آیات کو اپنی روزمرہ زندگی میں شامل کریں۔ اگر ہم واقعی اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں روزانہ قرآن کی تلاوت کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہوگا۔ ہماری گفتگو اور سوچ قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہونی چاہیے۔ قرآن مخلوق نہیں بلکہ کلامِ الٰہی ہے اور اس کی تلاوت اللہ سے محبت کا عظیم ذریعہ ہے۔ رمضان المبارک قریب ہے، آیئے! اس بابرکت مہینہ میں زیادہ سے زیادہ وقت قرآن کی تلاوت میں گزاریں اور رمضان کے بعد بھی قرآن سے اپنا تعلق مضبوط رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کو سمجھنے، اس کی تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

الحاد کا طوفان: اسباب اور حل

محمد نجم الدین الرحیمی ندوی

مذہب وعقل کی معرکہ آرائیوں کی داستان ہمیشہ کہی اور دلچسپی سے سنی گئی ہے اور دور جدید میں مغربی نئے فلاسفہ اور مفکرین یورپ نے دہریت کی راہ ہموار کی، بعض نے تو خدا کے وجود ہی کا انکار کردیا یا کم ازکم شک کا بیج ہی بودیا اور یہ کہا کہ خدا کے وجود اور انکار دونوں پر ہم کوئی دلیل نہیں پاتے اور ہم صرف اس خبر پر ایمان لا سکتے ہیں جو تجربہ ومشاہدہ کے تحت ہو، جدید تہذیب وفلسفہ اور اس کی ترقی ونتائج پر بہ نظر غائر غور کیا جائے تو اصولی اور کلی طور پر مضرت رساں ہیں اور جدید تہذیب وفلسفہ کے مظاہر وفروع بھی اعلیٰ معیار پر ہوکر بھی روحانی حقیقتوں سے آگہی ومعرفت عطا کرنے میں بالکل ناکام وناشاد ہیں، صنعتی عروج اور زراعتی ترقی کے باوجود اعلیٰ پیمانہ پر جلوہ نما ہوکر بھی علم ومعرفت کے اصل گوشوں سے شعوری یا غیر شعوری طور پر پوری طرح غفلت برتی گئی، ہمیں اس نتیجہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی اور یہ حقیقت نظر آئے گی کہ مادی ترقی کی خوش گوار بہاریں اکثر وبیشتر حقیقی وروحانی متمدن دنیا کی آفرینش میں اور ایک لہلہاتی فصل کی آبیاری میں پوری طرح ناکام ونامراد ہوئی ہیں۔

عصر نو میں جدید فلسفہ کے علم برداروں اور منکرین وملحدین کی الحاد ولادینی کے وسیع مفہوم ومراد کے پس منظر میں تین قسمیں بتائی جاتی ہیں جن کے مروجہ نام کچھ اس طرح ہیں:

(۱) الحاد مطلق: اس کا معنی ومراد ہے: علم ومعرفت، ملحدین کا یہ طبقہ وجود باری تعالیٰ کے انکار ونفی میں سخت رویہ کا حامل ہے، روح، جنت ودوزخ، فرشتہ وجن اور مابعد الطبعیاتی امور میں عدم یقین اس کی پہچان ہے، انسان کی تخلیق اور آفرینش کائنات میں کسی خدا کا کمال نہیں، یہ ازخود وجود میں آکر قانونِ فطرت پر چل رہے ہیں، اس فلسفہ کے نادان دوستوں اور پیروکاروں ومریدین کو Gnostic Atheist کہلاتے ہیں۔

(۲) لاادریت: مذہبی امور اور مابعد الطبعیات وغیبی حقائق کی بحثوں میں پڑکر ہنگامہ برپا کرنے سے گریز کرنا، اس فکر وفلسفہ کے حاملین، وجود باری تعالیٰ وعدم وجود کی بحثوں میں داخل ہوکر اس کی گرہ کشائی نہیں کرتے، المختصر یہ کہ یہ طبقہ مذہب اور مذہبی امور وغیبی حقائق کی ٹکر سے بچتا ہے اور اسی میں عافیت محسوس کرتا ہے، اس طبقہ کو Agnosticism کہا جاتا ہے۔

(۳) فطری خدا پرستی: ایک فلسفیانہ واعتقادی نظریہ ہے کہ خدا موجود ہے اور اسی نے کائنات کی تخلیق فرمائی، اس کے بعد اس سے کوئی اور کسی قسم کا ارتباط نہیں اور عالم کا نظام یوں ہی قانونِ فطرت کے موافق گردش کررہا ہے، کیوں کہ وہ کائنات کے نظام وضبط سے بے نیاز ہوکر غفلت میں ہے، اس فکر وفلسفہ کے ماننے والوں اور مریدوں کو Deism کہا جاتا ہے۔ اس گروہ کا اس پیش کردہ نظریہ سے مقصود یہ ہے کہ عقل اور فطرت اصل ہیں، توحید، رسالت، آخرت اور وحی الٰہی کی رہنمائی سے انکار ہے اور فلسفہ اخلاق میں رذائل وخصائل کی شرح بغیر وحی کے عقل وخرد ہی کرے گی۔ مجدد الف ثانی امام احمد سرہندیؒ نے ایک مکتوب میں رقم فرمایا ہے: ''عقل اس مسئلہ میں اگر کافی ہوتی تو فلاسفہ یونان جنھوں نے عقل کو اپنا مقتدیٰ بنایا تھا، گمراہی کے بیابان میں نہ بھٹکتے اور حق تعالیٰ کو اور دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ پہچانتے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے معاملہ میں جاہل ترین شخص یہی لوگ ہیں کہ انھوں نے حق تعالیٰ سبحانہ کو بیکار اور معطل سمجھ لیا۔'' (مکتوبات: ۲۳/۳)

ہم اب ملحدین ومنکرین کے نظریہ اور طریقہ استدلال کو پیش نظر رکھ کر یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ الحاد ودہریت کے اسباب پر کلام کریں گے، اگر ہم غور وفکر سے کام لیں تو چند باتیں بادی النظر میں ہمیں لادینی والحاد کے اسباب کے بطور معلوم ہوتی ہیں جن کو بالترتیب اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے:

(۱) تصور الٰہ (۲) مذہب کا تصور (۳) مسئلہ تقدیر (۴) مسئلہ خیر وشر (۵) مذہب کا تصور علم وعقل (۶) مذہب اور اعلیٰ انسانی اخلاقی قدریں۔ ان میں سے ہر ایک پر روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ ان کے

منظر و پس منظر کی فہم وادراک میں سہولت ہو۔

(۱) تصور الٰہ: اس جہانِ آب وخاک میں صرف ملحدین ومنکرین کا ایک گروہ ہے جو وجود باری تعالیٰ کا انکار کرنے پر تُلا ہوا ہے، نہایت بے باکی سے اس کا یہ کہنا ہے کہ وجود باری تعالیٰ ہرگز کوئی واقعی چیز نہیں، یہ ایک وہمی شے ہے جسے انسانی خیال وذہن نے آغاز فطرت میں اس سے مرعوب ہوکر اختراع کرلیا تھا، اس فرضی خدا نے ایسا مقام پالیا کہ نظام کائنات کی ڈوری اسی کے ہاتھ میں تھمادی اور یہ خوش فہمی پیدا کرلی کہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی چاہت وارادہ سے ہوتا ہے، اس کے ارادے کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس گروہ کی عقل وخرد کی نارسائی اور کوتاہ فہمی یہ بھی ہے کہ یہ کہتا ہے کہ کائنات میں تمام ارضی وسماوی اشیاء کی اصل دو چیزیں ہیں جنہیں مادہ اور اس کی حرکت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ازل سے یہ دونوں تلازم کے ساتھ موجود ہیں کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ دونوں میں جدائی ہو یا ایک دوسرے کے بغیر ہو۔

اس کے بالمقابل دنیا کے تمام مذاہب وادیان میں تصور الٰہ موجود ہے اور اس پر سب کا اتفاق واجماع ہے، دنیا کبھی بھی صدائے توحید سے خالی نہیں رہی ہے اور تاریخ کے کسی بھی دور میں انسانی معاشروں میں نظریۂ شرک اور اس کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے آزاد نہیں چھوڑا گیا، آگے بیان کیا جائے گا کہ نظام شرک کو نظام توحید کے مقابلہ میں غلبہ دورِ ختم نبوت سے پہلے رہا اور کچھ لوگ بندگانِ خدا کو فکری واعتقادی اور عملی طور پر ایک اللہ کی بندگی سے ہٹا کر بہت سے خداؤں کے سامنے جبیں سائی کراتے رہے اور اللہ کے نظام توحید کے مقابلہ میں شرک وکفر کو انسانی ذہن وقلب پر مسلط کیا جاتا رہا، بہرحال ہمارے پاس تاریخی اور علمی طور پر جو مستند ترین دلیل وبرہان دستیاب ہے جس پر اعتماد کیا جانا ہے وہ صحیفہ الٰہی ہے جس پر چودہ سو سال گزرنے پر بھی اس کے ایک حرف کا بھی نادرست ہونا ثابت نہیں ہوا، قرآن محکم ہمیں بتاتا ہے کہ انسان سراپا محتاج ہے، اس لیے اس کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جس کی شفقت ومحبت ماں باپ سے انتہائی زیادہ ہو اور اس میں رحمت وحکمت دونوں اوصاف پائے جاتے ہوں جو اس کی پرورش کے لیے نہایت ناگزیر ہے۔ یہ وہ حقیقی بات اور علمی نظریہ بھی ہے جس میں انسانی عقل وخرد کھلے انداز میں گواہی دیتی ہے کہ انفس وآفاق میں وجود باری تعالیٰ پر بے شمار مضبوط دلائل اور ٹھوس براہین ہیں جو وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرتے ہیں۔ قرآن محکم میں صاف کہہ دیا گیا ہے: ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (حم السجدة: ۵۳) (ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں، یہاں تک کہ یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی کہ وہ حق ہے، کیا تمہارا پروردگار ہر چیز پر گواہ ہونے کے لیے کافی نہیں؟)

انسانی معاشرہ کے آغاز میں انسانوں کے افراد سے تشکیل کردہ معاشرہ وحدانیت پر قائم ہوا تھا، قرآن محکم میں کھلے لفظوں میں کہا گیا ہے: ”لوگ (سب کے سب) ایک ہی امت تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے، بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ ٹھیک ٹھیک کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ کردے جن میں وہ اختلاف رکھتے تھے اور اس میں اختلاف تو ان ہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب مل چکی تھی محض آپس کی ضد میں، کھلی نشانیاں ان کے پاس آنے کے بعد بھی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو وہ ٹھیک ٹھیک راستہ چلایا جس میں وہ اختلاف کررہے تھے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ چلادیتا ہے۔“ (البقرۃ: ۲۱۳)

اور یہ کہ تمام انبیاء اور رسولوں کا نصب العین اور مشن ایک ہی رہا، اس میں کھل کر توحید رب کی دعوت اور اس پر ہر ایک نبی ورسول کو مامور کیے جانے کا ذکر ہے اور یہ کہ رسولوں اور نبیوں نے اللہ کی ہدایت کے مطابق انسانی قلوب واذہان میں عقیدۂ توحید کو راسخ کیا، ایک جگہ ارشاد ہے: ”ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو تو کسی کو اللہ نے راہ دی اور کسی کے سر گمراہی تھپ گئی تو زمین میں پھرو پھر دیکھو کہ آکر جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“ (النحل: ۳۶)

موسم بہار

محمد مصعب ندوی بارہ بنکوی

چانداپنے سفر کی سالانہ گردش کو طے کرتے ہوئے ایک بار پھر سے رمضان المبارک کو اُس کی تمام برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ لے آیا ہے، رمضان المبارک نزول قرآن کی سالگرہ ہے، قابل مبارک باد ہیں وہ تمام حضرات جنھوں نے اس ماہِ مبارک کو ایک بار پھر سے پا لیا لیکن ہاں اصل مبارک بادی تو تب ہے جب اس مہینے کی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں سے اپنے دامن کو بھر لیا جائے۔

موسم بہار شباب پر ہے، روحانیت کا جشن عام ہے، عفو ومغفرت کا پروانہ تقسیم ہو رہا ہے، بس آپ کی ذرا سی ندامت درکار ہے، جنت کا ٹکٹ پھر سے سستا ہو گیا ہے، بس آپ کی تھوڑی سی توجہ مطلوب ہے، عبادتوں کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا گیا ہے، رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہونے لگی ہے، برکتوں کے پھول پھر سے کھلنے لگے ہیں، چہار جانب نور کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں، ویران چمن میں نرگس ہدایت لہلہانے لگی ہے، آپ کے سامنے ایک ہموار کشادہ شاہ راہ روشنی سے جگمگا رہی ہے، بڑی ناقدری اور حرماں نصیبی ہوگی اگر آپ اب بھی اس روشن شاہ راہ کو چھوڑ کر تنگ وتاریک گلیوں میں بھٹکتے رہے۔

نفس کو قابو میں رکھنے کا وقت آ گیا ہے، تھوڑی سی مشقت ہے پر بدلہ "الصوم لی وأنا أجزی به" بدلہ دینے والا اعلان کر رہا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا اور ایک روایت میں "أُجزیٰ به" کا لفظ ہے اللہ اکبر! یعنی اللہ کہہ رہا ہے میں خود اس کا بدلہ بن جاؤں گا اور جس کا بدلہ خدا خود بن جائے اس کو اور کیا ہی چاہیے۔

پھر رمضان المبارک کا مہینہ سوئی ہوئی طبیعتوں کو جگانے، بُجھے ہوئے دلوں کو گرمانے، آتش محبت کو بھڑکانے اور دبی ہوئی چنگاریوں کو اُبھارنے کا سامان پیدا کرتا ہے، اسی ماہ مبارک کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر بھی ہے، یہ آخری عشرہ پہلے کے دو عشروں سے بہتر ہے، لیلۃ القدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، بھائیو! ہمارے ہاتھ میں صرف حال ہے، ماضی گذر چکا ہے اور مستقبل کا پتہ نہیں ہے، ہم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دن اور رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی کوشش کریں تو یہ ہمارے ماضی کے گذرے ہوئے گناہوں کا کفارہ اور مستقبل میں نیک اعمال کرنے کی توفیق کا ذریعہ بنے گا، خوش نصیب ہے وہ جو اس قیمتی موقع سے خوب خوب فائدہ اٹھا لے، سابقہ کوتاہیوں پر توبہ کرتے ہوئے نئے سرے سے ایک صاف سُتھری پاکیزہ زندگی گذارنے کا ارادہ کر لے، اس مہینے کا صبر سے بھی بڑا گہرا واسطہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم روزہ کے نام پر بے صبری کا مظاہرہ کریں، ذرا ذرا سی بات پر غصہ ہو جائیں بلکہ اپنے نفس کو تمام ترلغویات اور خرافات سے بچنے پر معمور کریں۔

یہ غم گساری اور غم خواری کا بھی پیغام ساتھ لایا ہے، ہم جو کچھ بھی اپنے لیے افطار میں تیار کریں، اس میں سے کچھ نہ کچھ غرباء اور مساکین کے لیے بھی ضرور تیار کر لیں۔

یہ ماہِ مبارک صلح وصفائی کا بھی درس ایک بار پھر سے دینے آیا ہے، جو روٹھے ہوں ان کو ہم منا لیں، جھگڑوں سے اجتناب کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔

پھر رمضان المبارک کا مہینہ عفو ومغفرت، سراپا رحمت وبرکت

کا مہینہ ہونے کے ساتھ ساتھ عزت و سربلندی، شان و شوکت، فتح ونصرت کا بھی مہینہ ہے، اس ماہِ مبارک میں ہونے والے اکثر غزوات کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوئے ہیں، ''یوم الفرقان'' (جنگ بدر) رمضان المبارک میں پیش آیا، اسی مبارک مہینے میں مکہ، فلسطین، اندلس وغیرہ فتح ہوئے ہیں تو ہم اللہ سے دعا کریں کہ اللہ العالمین اس ماہِ مبارک کو ہر طرف ذلت و رسوائی میں گھرے ہوئے مسلمانوں کے لیے عزت و سربلندی اور ان کی عظمت کا مہینہ بنا دے، باطل کو ذلیل و رسوا کر دے، حق کو غالب کر، مسلمانوں کے خلاف چال چلنے والوں کی ہر تدبیر کو ناکام بنا دے، حق کی راہ میں قربانی دینے والوں کی قربانیوں کو قبول فرمالے اور اس ماہِ مبارک کو پوری امت مسلمہ کے لیے ماہِ فرقان بنا دے، ہم اس طرح کی دعاؤں کا بھی اہتمام کریں، تلاوت کلام کی کثرت کریں، ساتھ ہی اس کو سمجھنے کا بھی معمول بنائیں۔

غرض یہ کہ رمضان صرف سحری وافطاری کا نام نہیں، محض بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک تربیتی کورس ہے جس سے مسلمانوں کو ہر سال اس لیے گذارا جاتا ہے تاکہ انسان محنت و مشقت، ریاضت و مجاہدہ، دعا و مناجات کے ذریعہ اپنے اخلاق فاسدہ کو کچل ڈالے اور عمدہ اخلاق و اوصاف کو اپنے اندر جلا بخشے، بندگی و فرماں برداری کا شوق اور گناہوں سے پرہیز کا جذبہ پیدا ہو، دل میں طاعت و بندگی، خدا سے شرم وحیا کی وہ شمع روشن ہو جو انسان کو رات کی تاریکی، صحراء و بیابان کے ویرانے میں بھی غلط کاموں سے محفوظ رکھ سکے، یہی روزے کا اصل مقصد ہے، کاتبِ صوم کی یہی منشاء ہے۔

قابل صد مبارک ہیں وہ جو اس تربیتی کورس سے ٹھیک ٹھیک گذر جائیں، اس کی رحمتوں اور برکتوں سے پورا پورا فیض اٹھالیں، محروم و بدنصیب ہیں وہ جو ان مبارک لمحات کو غفلتوں میں گذار دیں۔

عالم روحانیت کا موسم بہار

''رمضان کا مبارک مہینہ سستی اور کاہلی، پڑے رہنے اور انگڑائیاں لیتے رہنے کا مہینہ کبھی بھی نہ تھا، آخری ہفتے میں چستی اور مستعدی اپنے حد کمال کو پہنچ گئی، مہینے کا پہلا عشرہ رحمت کا تھا، "أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ" تمام ترنیکی کے قویٰ کو تحریک ہوتی رہی، دوسرے عشرے سے نتائج ظاہر ہونے لگے، روح میں جلا آ گئی، "أَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ" تیسرا عشرہ نچوڑ کا ہے، رہی سہی کثافتیں بھی دور ہو جائیں گی، ایک ایک فرد اور ساری کی ساری امت نکھر جائے گی، سنور جائے گی، سدھر جائے گی، "وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ" حدیث میں آتا ہے کہ اس فوج کا سردار اعظم آخری عشرے میں تمام تر وقف عبادت ہو جاتا تھا، تعلقات خلق سے وقتی انقطاع کے ساتھ مصروفیت و یکسوئی براہِ راست خالق و فاطر کے ساتھ ہو جاتی تھی۔

خبر دی ہے اس نے جس کی دی ہوئی ہر خبر سچ اور سچی ہی نکلی ہے کہ اسی مشق و ریاضت والے مہینے "شهر الصبر" اسی رحم و ہمدردی والے مہینے "شهر المؤاساة" کے آخری عشرے میں کوئی رات ایسی بھی آتی ہے جو سال کی ہر رات، عمر کی ہر رات سے بڑھ کر قیمتی اور قابل قدر ہوتی ہے، ڈھونڈو اسے آخر کی پانچ طاق راتوں میں، اللہ والے اس تلاش میں ساری ساری رات جاگ کر گذارتے ہیں اور دن بھر کی بھوک پیاس کے ساتھ ساتھ رات کی نیند کی قربانی بھی بے تکلف اور بہ مسرت اپنے اَن دیکھے مولیٰ کے حضور میں پیش کر دیتے ہیں۔''

(سچی باتیں: ۱۹۱-۱۹۲)

حالاتِ حاضرہ میں اتحاد کی ضرورت

سید سیف الدین (لکھنؤ)

آج کے مشکل دور میں امت مسلمہ کو اتحاد کی بہت ضرورت ہے لیکن یہ اتحاد ایسا ہو جو عقیدے کو خالص رکھے۔ اگر عقیدہ کے خراب لوگوں سے ہاتھ ملایا جائے گا تو یہ اتحاد فساد اور فتنے کا باعث بن جائے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

(آل عمران: ۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو)

اتحاد صرف قرآن، حدیث اور سنت کی بنیاد پر ہو، جو اللہ کے بندوں کو صرف اللہ کی طرف بلائے، نہ کہ دنیاوی مفادات کی طرف، عقیدہ کی حفاظت بغیر اتحاد ناممکن ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ."(سنن أبي داؤد)

(بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔)

آج امت مختلف گروہوں میں بٹی ہے، سیاسی جھگڑوں میں پھنسی ہے، لیکن حقیقی اتحاد توحید پر جمع ہونے والوں کا ہے۔ اگر عقیدہ ملاوٹ آلود ہو جائے تو یہ اتحاد جھوٹا اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ تاریخ گواہ ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر ہی امت مضبوط یا کمزور ہوئی۔ قرآن مجید کہتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾(الحجرات: ۱۰)

(مؤمن تو آپس میں بھائی ہیں۔)

یہ بھائی چارہ صرف ایمان اور سنت والوں کا ہے۔

بدقسمتی سے آج لوگ نام کا اتحاد کرتے ہیں مگر عقیدہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے خبردار فرمایا:

"مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ."

(جس شخص نے ہمارے اس دین کے معاملے میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔)(صحیح مسلم)

اتحاد کا مطلب یہ نہیں کہ ہر ایک سے ہاتھ ملائیں بلکہ کتاب وسنت پر متحد ہوں۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَلۡتَكُنۡ مِنۡكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى الۡخَيۡرِ﴾

(آل عمران: ۱۰۴)

(تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائے۔)

یہ خیر اللہ کی اطاعت ہے، نہ کہ غلط عقائد کی حمایت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں امت متحد تھی کیونکہ سب سنت پر چلتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"عَلَيۡكُمۡ بِسُنَّتِي."(سنن الترمذی)

(میری سنت کو مضبوط پکڑو۔)

آج بھی یہی راستہ ہے، عقیدہ درست رکھو پھر اتحاد کرو۔ قرآن کریم کا حکم ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنۡصَارَ اللّٰهِ﴾(الصف: ۱۴)

(اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو۔)

یہ اتحاد اللہ کی نصرت لائے گا۔ جب صحابہ متحد ہوئے تو فارس اور روم جیسی سلطنتوں کو ہرا دیا، آج بھی اسی قرآن وحدیث پر لوٹ آؤ، غلط عقائد سے دور رہو، بدعات چھوڑو۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾(آل عمران: ۳۲)

(اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔)

اتحاد اسی اطاعت سے جنم لے گا۔ عمل کا آغاز گھر سے کرو، بچوں کو صحیح عقیدہ سکھاؤ، مسجد میں قرآن وحدیث کی محفل لگاؤ۔ سیاسی

جماعتیں چھوڑو، اللہ کی جماعت جوائن کرو، حدیث میں ہے:

"يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ"(سنن الترمذی)

(اللہ کا ہاتھ (نصرت) جماعت کے ساتھ ہے۔)

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا﴾ (الصف: ٤)

(اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔)

امت کو یہ سمجھنا ہوگا کہ عقیدہ کے بغیر اتحاد فتنہ ہے۔تاریخ سے سبق لو، خلافت کے زوال کی وجہ تفرقہ اور بدعات تھیں۔

آج انٹرنیٹ، سوشل میڈیا پر غلط باتیں پھیل رہی ہیں مگر قرآن کی روشنی میں دیکھو تو اللہ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾(الزلزال: ٧)

(بس جس نے ذرہ برابر بھی بھلائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا)

اتحاد کا ہر قدم اللہ کی طرف ہو۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ عقیدہ کی حفاظت کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ."(مسلم)

(تمہارا خون، مال اور عزت ایک دوسرے پر حرام ہے۔)

یہ حرمت صرف توحید والوں پر ہے۔ غلط عقائد والوں سے فاصلہ رکھو، پھر متحد ہو۔ قرآن کا وعدہ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾(النور: ٥٥)

(اللہ نے مؤمنوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔)

اس اتحاد سے معاشی، فوجی اور اخلاقی طاقت آئے گی۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ قرآن وسنت پر جمع ہوں۔ ہر مسلمان دعا کرے: "یا اللہ! امت کو متحد کر دے، عقیدے کی بنیاد پر، عمل کرو، صبر کرو، انشاء اللہ فتح ضرور ملے گی۔ آمین!"

اسلام کا معیار تہذیب

مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

"جدید دنیا میں خودغرضی کا نام "تہذیب" ہے، اسلام میں ایثار و بے غرضی کا، جدید دنیا میں خود پرستی کا نام تہذیب ہے، اسلام میں خود شکنی کا، یہ وہ بنیادی نقطہ اختلاف ہے جو اسلام کے معیار تہذیب کو موجودہ گذشتہ تمام خودساختہ معیاروں بلکہ صحیح الفاظ میں مفروضات سے بالکل جدا کر دیتا ہے، اس لیے کہ اگر کوئی اسلام کے ضمن میں تہذیب وتمدن کا بار بار ذکر کرتا ہے تو اس کو اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ اس کے ذہن میں تہذیب کا مفہوم کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی بے خبری میں تہذیب کے اسی چلتے ہوئے بازاری مفہوم کو مراد لے رہا ہے جس کا علم بردار مغرب ہے، اگر ایسا ہے تو وہ اسلام کی طرف ایک ایسی چیز منسوب کر رہا ہے جس سے اسلام بالکل بری ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی جلوہ گری دیکھنے کے لیے ہمیں حضرت عمرؓ کے جھونپڑے کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے، دمشق وبغداد کے درباروں یا غرناطہ واشبیلیہ کے زرنگار محلوں کی طرف نہیں، اس کی تشریح کے لیے ابن رشد وفارابی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں، اس کے لیے صحابہ وتابعین اور علماء واولیاء امت کی پاکیزہ اسلامی زندگی کے عملی نمونے کافی ہیں۔ اسلامی تہذیب فنون لطیفہ، فن تصویر اور فن تعمیر کے نازک پیچ وخم میں نہیں ملے گی، اس کی تلاش اہل حق کی سیرت، سنت اور عزیمت اور ایثار وخدمت کے ان زندہ جاوید نمونوں میں کرنی چاہیے جن کو ہم عبدالقادر جیلانی، شیخ نظام الدین اولیاء، مجدد الف ثانی اور سید احمد شہید جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔" (جادۂ فکر وعمل: ۱۲۸-۱۲۹)

رحمت کا ابر بن کر جہاں بھر میں چھایئے

محمد ارمغان بدایونی ندوی

اس میں شبہ نہیں کہ ہر انسان پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اور احسانات ہیں، جدید سائنس کی روشنی میں اگر صرف جسمانی نظام اور اس کے اعضائے رئیسہ ہی کے خواص کا مطالعہ کیا جائے تو ہر صاحبِ عقل یہ گواہی دینے پر مجبور ہو جائے گا کہ

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً﴾ (آل عمران: ۱۹۱)

(اے ہمارے رب! تو نے ان کو یوں ہی نہیں پیدا کیا۔)

سچی بات یہ ہے کہ اگر آدمی کا ذہن ودماغ انفس وآفاق کی ان نشانیوں پر غور کرنے لگے پھر سب سے بڑھ کر وہ اپنی ذات پر غور کرے تو اس کے اندر ایک تذکر اور دھیان کی کیفیت پیدا ہو گی اور اس کے جذبات اندر سے اس بات پر مہمیز کریں گے کہ دل میں اللہ کی خشیت پیدا ہونی چاہیے اور اعمال میں اس بات کا لحاظ ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمہ وقت ہماری نگہبانی فرما رہا ہے، یہی وہ صفت ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا ہے کہ

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸)

(بلاشبہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں)

قربان جائیں اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جنھوں نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صحیح سمت عطا کی اور مردہ دلوں کی مسیحائی کا فریضہ انجام دیا، آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ خالق کو مخلوق سے جوڑنے کا کام کیا بلکہ اس دنیائے انسانیت کو ایک ایسا کامل ومکمل نظام بھی عطا فرمایا جو قیامت تک کے لیے کافی ہے اور ہر انسان کی تعمیر وتشکیل اور اس کی فلاح یابی کا راز اس میں مضمر ہے۔

آپ ﷺ کے ارشادات وفرمودات کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے اندر ہر طبقے اور ہر زمانے کے لوگوں کے لیے رہنمائی اور نفع کا سامان ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ دنیا کے فلاسفر اور مفکرین اپنے بغض وعناد کی بنا پر اور مسلمان خواب غفلت میں مست ہونے کے سبب محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت نواز تعلیمات سے اپنی عملی زندگیوں میں بے اعتنائی برتتے نظر آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شاید آج دنیا گھوم پھر کر تباہی کے اسی دہانے پر آکر کھڑی ہو گئی ہے جہاں وہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل کھڑی تھی۔

افسوس کی بات ہے کہ مسلمان جس تہذیب سے مرعوب ہیں، وہ خود اپنا دم توڑ چکی ہے اور اس کی حیثیت ایک سڑے ہوئے لاشے کی ہے، حقیقت میں مغربی تہذیب وہی متعفن سماج ہے جس کی منظر کشی سیرت کی کتابوں میں بعثت نبویؐ سے قبل کی گئی ہے، اس تہذیب کے پاس نہ اپنا کوئی منظّم طریقہ زندگی ہے، نہ کوئی دستور، نہ کوئی تعمیری خاکہ ہے، نہ کوئی پیغام، اس تہذیب کا مقصود زندگی محض نا وَ نوش بعیش کوش ہے، اس کی پوری تاریخ میں انسانیت سوز اور روح فرسا جرائم کی ایک طویل داستان ہے، قدیم زمانے میں غلاموں کو نذر آتش کر کے ان کی روشنی میں ڈنر کرنا تہذیب یافتہ ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا، ایپس ٹین فائلیں کھلنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی ان درندوں کی درندگی میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوا ہے، افسوس کہ تہذیب مغرب نے سائنس وٹیکنالوجی میں مشینی حد تک ترقی کی اور انسانی جذبات واحساسات کو بھی مشین سمجھ کر بڑی بے دردی کے ساتھ کچل ڈالا۔

موجودہ حالات میں اگر مسلمان اپنے ایمان واخلاق کے پورے توازن اور عزم ونظم کے ساتھ میدان عمل میں اتریں اور زمانہ کی نفسیات کو سمجھ کر کام کریں تو انشاء اللہ یقیناً حالات میں بہتری پیدا ہو گی اور وہ دنیا جو سچی زندگی اور امن وانسانیت کی متلاشی ہے، امید ہے کہ وہ ضرور اسلام کے وسیع شامیانے میں آکر فروکش ہو گی۔

روزہ کے مسائل

سحری و نیت

روزے چاہے رمضان کے ہوں، چاہے کسی اور چیز کے بہر حال ان کے لیے سحری کھانا سنت ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے“۔(متفق علیہ)۔ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق اور امتیاز سحری کھانے کا ہے (کہ ہم کھاتے ہیں، وہ نہیں کھاتے)۔(مسلم)

رہی نیت تو اس کے بغیر روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ اگر ایک شخص صبح سے شام تک ان تمام چیزوں سے احتراز کرے جن سے روزہ دار احتراز کرتا ہے لیکن اس کی نیت روزہ رکھنے کی نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر سے پہلے ہی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

بعض دوسری احادیث کے پیش نظر فقہاء نے فرمایا کہ زوال سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کر لے بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو تو رمضان اور نفلی روزہ رکھنا درست ہوگا، اور نیت کا محل چونکہ دل ہوتا ہے لہٰذا صرف دل میں یہ ارادہ کر لینا کافی ہے کہ کون سا روزہ رکھ رہا ہوں، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ زبان سے بھی کہہ دے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ھے

بھول کر کھانے پینے، سر میں تیل لگانے، عطر لگانے اور نہانے دھونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اگر دن میں سو جائے اور احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اسی طرح دن میں انجکشن لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فوری ضرورت نہ ہو تو افطار کے بعد انجکشن لگوائے، مسواک خواہ تازی اور ہری ہو یا چاہے خشک ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ منجن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر منجن حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

رمضان کے مہینہ میں اگر کسی کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تب بھی اس پر واجب ہے کہ رمضان کے احترام میں دن میں روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے احتراز کرے۔

قضا وکفارہ واجب ہونے کی صورتیں

روزے کو فاسد کرنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں، بعض وہ ہیں جن سے قضاء بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، اور یہ چیزیں تین ہیں:

۱- میاں بیوی کا مخصوص تعلق کرنا، خواہ مادہ خارج ہو یا نا ہو، دونوں شکلوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا، اگر یہ عمل عورت کی رضامندی سے ہوا تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس کی رضامندی نہیں تھی، شوہر نے یہ عمل زبردستی کیا تو عورت پر صرف قضاء لازم ہوگی، اگر ابتداء میں اسے مجبور کیا گیا ہو اور بعد میں اس کی رضامندی ہوگئی ہو تب بھی اس پر صرف قضاء لازم ہوگی۔

۲- جان بوجھ کر کسی ایسی چیز کا کھانا جس کو بطور غذاء یا دوا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے روٹی چاول شربت یا کسی دوا کا استعمال کرنا۔

اس کے برخلاف اگر بھولے سے یہ اعمال انجام دے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر کوئی ایسی چیز کھائے جسے غذاء یا دوا کے طور پر کھایا نہیں جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، مثلاً کوئی کنکری یا لوہے کا ٹکڑا کھالے۔

ان تین چیزوں سے کفارہ واجب ہونے کا ذکر اشارۃً یا صراحتاً حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث میں آیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم سب آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں تباہ ہوگیا؛ آپ ﷺ نے پوچھا، کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے (رمضان کے) روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کر لیا۔ آپ نے پوچھا، کیا آزاد کرنے کے لیے تمہارے پاس غلام ہے؟ اس نے کہا، نہیں؛ آپ نے فرمایا، تو کیا دو مہینے مسلسل روزہ رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا، اتنا مال ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکو؟ اس نے کہا نہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ جماع سے قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اور اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ چونکہ کھانا پینا بھی اسی کے درجہ میں

ہے لہٰذا اس کا بھی یہی حکم ہوگا، ساتھ ہی کفارہ کی ترتیب بھی معلوم ہوئی کہ پہلے نمبر پر غلام آزاد کرنا ہے، نہ کر سکے جیسا کہ موجودہ دور میں غلامی کا خاتمہ ہو جانے کے سبب کسی کے لیے بھی یہ شکل ممکن نہیں ہے تو دو مہینے ئے گا، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو روزہ کی حالت میں خود سے قے ہو جائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ قے کی کئی حالتیں ہو سکتی ہیں لیکن روزہ صرف دو حالتیں میں ٹوٹے گا: (۱) ایسلسل روزے رکھے، اگر ان روزوں کے درمیان رمضان آ گیا یا ایام تشریق آ گئے تو تسلسل ٹوٹ جائے گا، اور ابتداء سے روزے رکھنے پڑیں گے، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب بیمار ہو جائے یا عورت نفاس کی حالت میں ہو جائے، تسلسل اس سے بھی ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر درمیان میں عورت کو حیض پیش آ جائے تو وہ روزے رکھنا بند کر دے، پھر حیض رک جائے تو جتنے روزے باقی رہ گئے تھے صرف وہی رکھ لے پھر سے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر کسی کو روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے بقدر غلہ دے یعنی نصف صاع (۱/کلو۶ سو۳۳ گرام) گیہوں یا ایک کیلو جو یا کھجور یا ان چیزوں کی قیمت کے بقدر کوئی دوسری چیز یا نقد روپئے دے، اگر اس طرح کرنے کے بجائے کسی ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دو وقت کھانا کھلا دے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

قضا واجب ہونے کی صورتیں

وہ ہے جس سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا، یہ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-اگر کسی کو کھانے پر جان و مال کی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا' اور اس نے خوف سے کھا لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن صرف قضاء لازم ہوگی' یہی حکم اس وقت ہوگا جب غلطی سے کچھ کھا پی لے، یعنی روزہ یاد تھا کھانے یا پینے کا ارادہ نہیں تھا لیکن کھانے پینے کی چیز حلق سے نیچے اتر گئی، اس طرح بھولے سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور غلطی سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء لازم ہو جاتی ہے۔

۲-اگر کوئی ایسی چیز کھائی یا پی جس کو بطور دوا یا غذا نہیں کھایا یا پیا جاتا ہے جیسے کنکری وغیرہ۔

۳-دانتوں میں کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی اگر وہ چنے کے برابر یا اس سے بڑی تھی تو اس کو نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء ہوگی اور اگر چنے سے چھوٹی تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن یہ اس وقت ہے جب منہ سے نہ نکالا ہو اگر نکال کے کھائے تو چیز چھوٹی ہو یا بڑی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴-اگر حقنہ لگایا، یا ناک کے اندرونی حصہ میں دوا ڈالی، یا کان میں تیل یا کوئی دوا ڈالی، یا عورت نے اپنے مخصوص شرم گاہ میں دوا ڈالی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی، لیکن اگر آنکھ میں دوا ڈالی یا سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کان میں پانی ڈالا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۵-اگر اگربتی یا لوبان سلگائی پھر اس کو سونگھا اور دُھواں اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح سگریٹ بیڑی وغیرہ سے بدرجہ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۶-قے کے بارے میں لوگوں میں عام طور سے یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ چاہے جس طرح کی بھی قے ہو روزہ ٹوٹ جائے گا، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو روزہ کی حالت میں خود سے قے ہو جائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ قے کی کئی حالتیں ہو سکتی ہیں لیکن روزہ صرف دو حالتیں میں ٹوٹے گا: (۱) ایک تو یہ کہ منہ بھر کے قے ہو اور روزہ دار اس کو نگل جائے۔ (۲) عمداً منہ بھر کے قے کرے، باقی کوئی صورت مفسد صوم نہیں ہے۔

پان تمباکو اور سیگریٹ بیڑی کا حکم

اسی حکم میں پان تمباکو اور سیگریٹ وغیرہ بھی ہیں، پان تمباکو کی پیک اگر کوئی نگل لیتا ہے تو بالکل واضح بات ہے کہ اس نے ایک چیز حلق کے نیچے اتار لی، لہٰذا اس سے روزے کے چلے جانے میں

کوئی شبہ کی بات ہی نہیں ہے، لیکن بعض لوگ پیک نگلتے نہیں ہیں صرف پان یا تمبا کو چبا کر اس کو تھوک دیتے ہیں، اس سے بعض حضرات کو شبہ ہوتا ہے کہ اس سے شاید روزہ نہ ٹوٹے اس لیے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی چیز کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اس شکل میں صرف ایک چیز کو چبایا گیا کھایا نہیں گیا، لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ کھانے پینے کو مفسد صوم قرار دیا گیا ہے، اور ان چیزوں کے چبانے کو بھی کھانا کہتے ہیں، پھر کچھ اجزاء بہر حال حلق کے نیچے اترتے ہیں، ساتھ ہی اس کے عادی لوگوں کو اس میں خاص لذت ملتی ہے، لہٰذا نہ صرف یہ کہ ان سے روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ اگر ان چیزوں کو جان بوجھ کر استعمال کیا گیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا، اسی حکم میں گل سے دانت مانجھنے کا بھی حکم ہوگا، اس لیے کہ اس میں بھی خاص لذت ملتی ہے، اور کچھ اجزاء کے حلق کے نیچے اتر جانے کا قوی امکان رہتا ہے۔

جہاں تک بیڑی سگریٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں جان بوجھ کر دُھواں اندر لیا جاتا ہے اور جان بوجھ کو دُھواں اندر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا ان تمام چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔

منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا حکم

آنحضرت ﷺ نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اس اعتبار سے فقہاء نے رمضان میں بھی مسواک کرنے کی اجازت دی ہے، چاہے مسواک کی لکڑی سوکھی ہو یا گیلی، لیکن اگر مسواک کی تری یا اس کی لکڑی حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسواک کی تری یا لکڑی کا کوئی حصہ حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔

جہاں تک منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کا حکم مسواک کے حکم سے الگ ہے، اس لیے کہ ان میں ذائقہ بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح فقہاء نے فرمایا کہ کسی عذر کے بغیر کسی چیز کا چبانا مکروہ ہے اسی طرح ان سب چیزوں کا بھی حکم ہوگا، البتہ کسی خاص عذر سے اگر ان چیزوں سے دانت مانجھ لے تو ان شاء اللہ کراہت نہیں ہوگی۔

آکسیجن کا حکم

دمہ کے سخت مریض کو دورہ پڑنے کے وقت آکسیجن پہنچائی جاتی ہے، روزہ کی حالت میں اس طرح آکسیجن لینے کا کیا حکم ہوگا؟ فقہی جزئیات کو سامنے رکھا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ اگر آکسیجن کے ساتھ کوئی دوا نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ سانس لینا ہے اور سانس کے ذریعہ ہوا لینا نہ مفسد صوم ہے اور نہ اس پر اکل وشرب کا اطلاق ہوتا ہے، اگر اس کے ساتھ دوا کے اجزاء بھی ہوں تو پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا (جدید فقہی مسائل: ۱/ ۱۸۸)

جہاں تک دمہ ہی کے مریض کے لیے انہیلر کے استعمال کا تعلق ہے تو چونکہ اس میں دوا ملی ہوئی ہوتی ہے لہٰذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

انجیکشن اور ڈرپ لگوانے کا حکم

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ انجکشن خواہ کسی بھی قسم کا ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں، یہی حکم ڈرپ لگوانے کا بھی ہے، لیکن بغیر کسی عذر کے بہتر یہی ہے کہ دن میں نہ لگوائے، رات میں لگوائے، ضرورت ہو تو دن میں بھی لگوا سکتا ہے، لیکن صرف اس مقصد سے ڈرپ لگوانا کہ بدن میں طاقت آجائے اور پیاس میں کمی ہو جائے مکروہ ہے۔

زبان کے نیچے دوا رکھنے کا حکم

فقہاء نے بلا عذر کسی چیز کو منھ میں رکھنے اور چکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، البتہ یہ وضاحت کی ہے کہ اگر کسی عذر سے ایسا کرے تو کراہت نہیں ہوگی، عذر کی مثال میں فقہاء نے لکھا ہے کہ شوہر اگر بد اخلاق اور سخت مزاج والا ہو تو اس کی بیوی کے لیے نمک وغیرہ کا پتہ لگانے کے لیے چکھنا جائز ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز منھ میں رکھی اور چبائی جس کا حلق کے نیچے اتر جانا ظن غالب کے درجہ میں ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کی مثال میں فقہاء نے بعض گوندوں کا نام لیا ہے، غالباً اسی وجہ سے ہمارے علماء نے پان تمبا کو وغیرہ منھ میں رکھنے کو مفسدِ صوم قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کے اثرات واضح طور پر حلق کے نیچے جاتے ہیں اور تمبا کو کی طلب پوری ہو جاتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ''انجائنا'' کے مریضوں کے لیے **Angised** کا استعمال اس ضرورت سے کہیں بڑھ کر ہے جس کے تحت بیوی کو نمک چکھنے کی

اجازت دی گئی ہے،اور سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ یہ دوا حلق کے نیچے تو نہیں اترتی؟اگر احتیاط کے باوجود دوا کے ذرّات مخصوص گوند کی طرح حلق کے نیچے اتر جاتے ہوں تو اس کے منھ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا،اور زبان کے نیچے رکھنے کے بعد افاقہ ہو جانے سے لگتا ہے کہ بظاہر یہی بات ہے،لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ ایسا نہیں ہے،اسی کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے روزہ دار اس گولی کا استعمال نہ کرے،لیکن اس کے استعمال سے روزہ اسی وقت فاسد ہوگا جب دوا ملا ہوا لعاب حلق کے نیچے اتر جائے،صرف زبان کے نیچے گولی رکھنا مفسدِ صوم نہیں ہوگا۔

انہیلر کے استعمال کا حکم

جن لوگوں کو تنفس اور دمہ وغیرہ کی شکایت ہوتی ہے ان کو انہیلر (Inhaler) کے ذریعہ دوا کا استعمال کرنا پڑتا ہے،اس کے ذریعہ سفوف کا نہایت مختصر جزء پھیپھڑے تک پہنچایا جاتا ہے،فقہاء کے نزدیک اس طریقۂ علاج کے ذریعہ دوا کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا،اس لیے کہ فقہی جزئیات سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ منافذ اصلیہ سے جب کسی چیز کو داخل کیا جا رہا ہو تو محض ادخال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اور انہیلر کے استعمال سے بہر حال ادخال ہوتا ہے خواہ دوا کی مقدار معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

بھاپ کی شکل میں دوا کا استعمال

نمونیہ اور بعض دوسرے امراض میں بھاپ کے ذریعہ بھی دوا استعمال کی جاتی ہے،یہ استعمال کبھی دوا کو پانی میں ڈال کر اور پانی کو کھولا کر اس کی بھاپ منھ اور ناک سے لے کر کیا جاتا ہے،اور کبھی یہ عمل بعض آلات کے ذریعہ کیا جاتا ہے،بہر حال بھاپ خواہ کسی آلہ کی مدد سے اندر لے جائے یا سادہ طریقہ سے،دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا،اس لیے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عمداً دھواں حلق کے نیچے اتارنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اور یہ بات اس میں مکمل طور سے پائی جاتی ہے۔

بواسیری مسّوں پر مرہم کا حکم

اگر پیچھے کے راستہ سے کسی دوا کا استعمال کیا جائے اور دوا موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اس لیے کہ فقہاء نے اس کو بھی منافذِ اصلیہ میں شمار کیا ہے،البتہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر دوا موضع حقنہ تک نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ بواسیری مسوں پر کوئی دوا یا مرہم لگانے سے یا ان کو پانی سے تر کر کے چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا،اس لیے کہ واقف کاروں کا کہنا ہے کہ بواسیری مسّے موضع حقنہ سے کافی نیچے ہوتے ہیں۔

تحقیق مرض کے لیے آلات کا استعمال

اگر امراض کی تحقیق کے لیے پچھلی شرم گاہ میں کسی آلہ سے مدد لی جائے تو اگر یہ آلات خشک ہیں اور ان کا ایک سرا باہر ہے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے تو ان آلات کے اندر داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا،لیکن اگر آلہ پر کوئی تیل یا گریس جیسی چیز لگا کر اس کو داخل کیا گیا ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

یہی حکم عورت کی اگلی شرم گاہ میں تحقیق کے لیے کسی آلہ کے داخل کرنے کا بھی ہے۔

رحم تک آلات پہنچانا

رحم کی صفائی کے لیے اور فمِ رحم کو کشادہ کرنے کے لیے جو آلات (Dilators) استعمال کیے جاتے ہیں،اور اندرونی رحم کھرچنے کا آلہ (Curette) اگر ان پر کوئی تیل وغیرہ لگا کر ان کو داخل کیا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا،اور اگر ان کو خشک داخل کیا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیکن اگر خشک داخل کر کے اور ایک مرتبہ باہر نکال کر دوبارہ صاف کیے بغیر ان کو پھر داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

عورت کا شرمگاہ میں دوا کا رکھنا

اگر اندرونی حصہ میں دوا رکھی جائے،یا رکھی اوپری حصہ میں جائے لیکن وہ اندرونی حصہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا،خواہ دوا خشک ہو یا تر ہو۔

مثانہ تک نلکی پہنچانا

اگر مرد کے مثانہ تک نلکی پہنچائی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا،خواہ نلکی خشک ہو یا تر،اس سے دوا پہنچائی جائے یا نہیں،اور اگر عورت کے مثانہ میں نلکی پہنچائی تو اگر نلکی تر ہے یا اس سے دوا پہنچائی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا،لیکن اگر نلکی خشک ہو اور اس سے دوا بھی نہ پہنچائی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اعتکاف
چند ضروری مسائل

اعتکاف کے لفظی معنی: لبث یعنی ٹھہرنے اور کسی چیز کو لازم پکڑنے کے ہیں اور چونکہ اعتکاف کرنے والا اللہ تبارک وتعالی کے تقرب کی نیت سے مسجد میں ٹھہر جاتا ہے، اور مسجد کا لزوم اختیار کرتا ہے لہٰذا اس عمل کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

اعتکاف کی قسمیں: اعتکاف کی شریعت میں تین قسمیں ہیں: اعتکاف واجب، اعتکاف سنت مؤکدہ اور اعتکاف نفل

اعتکاف واجب: یہ اعتکاف نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے اوپر اتنے دن کا اعتکاف ہے، اس طرح کہہ دینے سے اتنے دنوں کا اعتکاف واجب ہوجائے گا، یا معلق کر کے اس طرح کہے کہ میں مقدمہ جیت گیا، یا بیماری سے شفایاب ہوگیا تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو اگر اللہ کے فضل سے وہ کام ہو جائے تو متعینہ دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔ (شامی: ۲/ ۴۱)

اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کرتے وقت روزہ رکھنے کی نیت نہ کی ہو اس لیے کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "ولا اعتکاف الا بصوم" (روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوسکتا)، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہوگا۔ (شامی ۲/ ۱۴۱) اس کے وجوب کی دلیل بخاری میں آنے والی آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے اسے اطاعت کرنا چاہئے"، اور بخاری ہی میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی ہے کہ مسجد میں ایک رات اعتکاف کروں" تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو"۔

نفلی اعتکاف: جہاں تک نفلی اعتکاف کا تعلق ہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور یہ کم وقت کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے، اور زیادہ وقت کے لیے بھی اور اس طرح بھی نیت کی جا سکتی ہے کہ مسجد میں رہنے تک اعتکاف کی نیت کرتا ہوں پھر مسجد سے نکلتے ہی اعتکاف ختم ہوجائے گا اور جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اگر نیت زیادہ وقت اعتکاف نفل کی کی تھی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پہلے نکلنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی: ۲/ ۱۴۲، ہندیہ: ۱/ ۲۱۱)

اعتکاف سنت مؤکدہ: یہ اعتکاف آنحضرت ﷺ پابندی سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا تھا چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: "وکان یعتکف.... الحدیث" (ہر سال آنحضرت ﷺ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا)۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں مردوں پر یہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے جس کے امام اور مؤذن ہوں خواہ اس میں پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو۔ (شامی: ۲/ ۱۴۰)

سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بستی کے کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کرلیا تو پوری بستی والوں کی طرف سے کافی سمجھا جائے گا اور سنت کی ادائیگی ہوجائے گی اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب تارک سنت ہوں گے۔ (شامی: ۲/ ۱۴۱)

اعتکاف کی شرطیں: واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح ہوگا جب مندرجہ ذیل شرطیں پوری ہورہی ہوں:

۱- اعتکاف کی نیت ہونا بغیر نیت کے ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں مانا جائے گا۔

۲- اعتکاف کا مسجد جماعت میں ہونا ویران مسجد میں اعتکاف معتبر نہیں ہوگا، البتہ عورت گھر میں اعتکاف کرسکتی ہے۔

۳- معتکف کا روزہ دار ہونا بغیر روزہ رکھے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

۴- معتکف کا جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

۵- معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا پاگل کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا البتہ اس کی شرائط میں بلوغ نہیں ہے لہٰذا اگر سمجھدار بچہ اعتکاف

کرے تو معتبر ہوگا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۱)

مسجد سے باہر نکلنا کب جائز ہے ؟

آنحضرت ﷺ حالت اعتکاف میں صرف بہت ضروری امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:"وکان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان" (آنحضرت ﷺ صرف انسانی ضروریات استنجاء وغیرہ کے لیے گھر میں داخل ہوتے تھے)

ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:"معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو شہوت سے چھوئے نہ اس سے جماع کرے اور صرف ایسی ضروریات ہی کے لیے نکلے جن کے بغیر چارہ کار نہیں ہے"۔

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ضروریات اور اعذار کی بنیاد پر مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اگر اس طرح کی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا:

استنجاء کے لیے نکلنا: چھوٹے اور بڑے استنجاء کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اس ضرورت کو گھر جا کر بھی پورا کر سکتا ہے، آتے جاتے سلام بھی کر سکتا ہے لیکن اگر ٹہر کر بات کی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(ہندیہ:۱/۲۱۲، شامی:۲/۱۴۳)

کھانے کے لیے نکلنا: اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو خود جا کر کھانا لا سکتا ہے اس لیے کہ لانے والا موجود نہ ہو تو یہ بھی حوائج ضروریہ میں داخل ہے۔ (طحطاوی علی المراقی:۳۸۴)

غسل واجب کے لیے نکلنا: اگر احتلام ہوگیا ہو تو غسل کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے اسی طرح گرمی کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقصد سے غسل کرنے کے لیے نکلنے کو عام طور سے فقہاء کرام منع کرتے ہیں، لہٰذا اگر ان امور کے لیے غسل کرنا ہو تو مسجد کے کسی کنارے میں غسل کر لے جہاں پانی کی نکاسی ہو جاتی ہو اور غسل کے بعد اس پر پانی بہا دے یا کسی ٹب وغیرہ میں غسل کر لے۔(شامی:۲/۱۴۳)

حالت اضطرار میں نکلنا: اگر مسجد منہدم ہونے لگے یا وہاں جان کا خطرہ ہو تو اس مسجد سے نکل کر دوسری مسجد میں جا سکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔(فتاوی ہندیہ:۱/۲۱۲)

جمعہ پڑھنے کے لیے جانا: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جمعہ مسجد جا سکتا ہے، لیکن ایسے وقت میں نکلنا چاہئے کہ جمعہ مسجد میں پہنچنے کے بعد پہلے کی سنتیں پڑھ سکے اور بعد میں سنتیں پڑھ کر واپس آجائے وہاں دیر تک ٹھہرنا خلاف اولی ہے، لیکن اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۴۴)

اگر مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت یا علاج و معالجہ کی ضرورت کے لیے نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ اگر استنجاء کے لیے نکلتے وقت یا گھر سے کھانا لاتے وقت مریض کی عیادت کر لی یا جنازہ کی نماز ہو رہی تھی اس میں شرکت کر لی اور دیر تک نہیں ٹھہرا بلکہ چلتے چلتے اس کو انجان دے لیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔
(البحر الرائق:۲/۳۰۲-ہندیہ:۱/۲۱۲)

علاج و معالجہ کی ضرورت ہو تو معتکف کے لیے باہر نکلنا جائز ہے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(ہندیہ:۱/۱۲۱)

بیڑی وغیرہ کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لیے باہر نکلتے وقت ضرورت پوری کر سکتا ہے، خاص اسی کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہئے لیکن اگر ایسا عادی ہے کہ اضطراری کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کے لیے نکلنا انسانی حاجت میں ہو جائے گا، اور اس کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (رحیمیہ:۵/۲۰۲)

جس طرح مرد کا اعتکاف مسجد سے نکلنے سے فاسد ہو جاتا ہے، اسی طرح عورت اگر اعتکاف کی مخصوص جگہ چھوڑ کر آنگن میں طبعی ضروریات کے بغیر نکل آئے تو اس کا اعتکاف بھی فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۲)

حالت اعتکاف میں اللہ جتنی توفیق دے عبادت میں مشغول رہے، جس میں تلاوت ذکر و اذکار اور نوافل وغیرہ کا پڑھنا سب شامل ہے لوگوں سے بات چیت بھی کر سکتا ہے بلکہ عبادت سمجھ کر خاموش رہنا مکروہ ہے، لیکن فضول باتوں سے بچنا چاہئے ضروری باتیں موبائل پر بھی کرنا جائز ہے۔(شامی:۲/۱۴۷، ہندیہ:۱/۲۱۳)

زکوۃ

فضائل ومسائل

زکوۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، قرآن پاک میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے،''آپ ﷺ نے اس کا شمار اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں فرمایا ہے۔'' (بخاری:۱۳۹۹)

صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں جو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ......... فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (التوبة:٣٤-٣٥)

''جو لوگ اپنے پاس سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے، یہ دردناک عذاب اس دن ہوگا جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانی، ان کے پہلو اور ان کی پشت کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو آج تم اس خزانہ کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کررہے تھے)۔

لہذا ہر صاحب نصاب مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پورا پورا حساب کرکے زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، بہت سے لوگ علی الحساب کچھ رقم یا دوسری چیزیں غریبوں کو دے کر اپنے کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، پورا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقات سے مال بڑھتا ھے

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے کا ایک بڑا بلکہ بنیادی سبب یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے مال کی ایک بڑی مقدار ہاتھ سے نکل جائے گی، اور اس کے عوض میں کوئی چیز بھی نہیں ملے گی، لیکن قرآن مجید میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور اس کا پورا اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ (البقرة: ٢٧٦)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے''

وجوب زکوٰۃ کی شرائط

یہ بھی واضح رہے کہ زکوٰۃ نہ ہر شخص پر فرض ہوتی ہے نہ ہر مال پر، بلکہ اس کے وجوب کے لیے اس شخص کا عاقل بالغ ہونا، صاحبِ نصاب ہونا، مال پر سال گزرنا، اس مال کا دین یعنی قرض سے خالی ہونا، اسی طرح اس کا حاجتِ اصلیہ سے خالی ہونا شرط ہے، ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

اموال زکوٰۃ

جن چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بنیادی طور پر وہ چار ہیں (۱) جانور، (۲) سونا، (۳) چاندی (روپئے بھی سونا چاندی ہی کے حکم میں شمار ہوتے ہیں)، (۴) مال تجارت۔

سونے چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دوسو درہم جبکہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، علماء ہند کی تحقیق کے مطابق چاندی کے دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ (۶۱۲٫۳۶۰ گرام) اور سونے کے ۲۰ مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ (۸۷.۴۸۰ گرام) کے بقدر ہوتے ہیں، جہاں تک نقدی اور تجارتی سامان کا تعلق ہے تو ان کی ملکیت کا اندازہ بھی چاندی کے نصاب سے کیا جائے گا، یعنی اگر کسی کے پاس چاندی کے نصاب کے بقدر نقد رقم یا تجارتی سامان ہے تو وہ شرعاً صاحبِ نصاب ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ سونا چاندی چاہے استعمالی ہو یا غیر استعمالی، زیور کی شکل میں ہو، چاہے سکوں یا ظروف وغیرہ کی شکل میں اگر وہ نصاب کے بقدر ہے اور اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ بہر حال واجب ہو جائے گی، یہی حکم نقد رقم کا بھی ہے، لیکن بقیہ دوسرے اموال یعنی عروض میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ تجارت کے غرض سے ہوں، ورنہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

حولان حول کا مطلب

فرضیت زکوٰۃ کی ایک شرط یہ بھی بتائی گئی کہ اس پر سال گزر جائے، ورنہ زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن اس میں ایک ضروری بات یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر کسی کے پاس نصاب کے بقدر مال زکوٰۃ

ہے تو اگر درمیان سال میں اس مال میں اضافہ ہوتا ہے تو اس مال زائد کا حساب پہلے سے موجود مال کی تاریخ سے کیا جائے گا، جب بقیہ مال پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ کے ساتھ اس زائد مال کی بھی زکوٰۃ نکالنا ضروری ہوگا، یہ نہیں کہ ہر اضافی مال کے لیے الگ سے سال کا حساب کیا جائے، مزید یہ کہ سال گزرنے میں انگریزی مہینوں کے بجائے قمری مہینوں کا حساب کیا جائے گا۔

کس دن کی مالیت معتبر ہوگی

اموال تجارت کے بارے میں گذر چکا ہے کہ ان میں زکوٰۃ فرض ہے، مثلاً اگر کسی کی دکان ہے یا کوئی کاروبار ہے، تو سال گزرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ نقدی یا سامان ہے اس کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے، اور سامان کی ملکیت لگاتے وقت ان کی اس دن کی مالیت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن وہ ان کی زکوٰۃ ادا کر رہا ہے۔

حاجت اصلیہ کا مطلب

جو چیز اصلی ضرورتوں کے لیے ہو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اصلی ضرورت کی مثال میں فقہاء نے رہنے کے مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کے جانور اور گاڑی، زراعت یا فیکٹری کے آلات اور مشینری وغیرہ نیز گھر کے فرنیچر وغیرہ چاہے یہ اشیاء کئی ہوں اور ان کو کرایہ پر اٹھاتا ہو تب بھی ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کی مقدار

زکوٰۃ کی مقدار واجب کسی بھی مال میں اس کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد مقرر کی گئی ہے۔

شیئرز پر زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر طرح کے تجارتی سامان پر واجب ہے، خواہ وہ مویشیوں کی تجارت ہو یا گاڑیوں کی یا زمین کی، اور چونکہ شیئرز بھی سامان تجارت میں داخل ہیں لہٰذا ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اگر کسی نے شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ ان پر سالانہ منافع حاصل کرے گا ان کو فروخت نہیں کریگا تو اس کو اپنی کمپنی سے تحقیق کرنی چاہیے کہ اس کے کتنے اثاثے جامد ہیں یعنی بلڈنگ اور مشنری وغیرہ کی شکل میں اور کتنے اثاثے نقد خام اور تیار مال کی شکل میں ہیں، جتنے اثاثے جامد ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، اور جتنے اثاثے نقد یا خام اور تیار مال کی شکل میں ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر کمپنی کے اثاثوں کی تفصیلات نہ مل سکیں تو اس صورت میں احتیاطاً پوری قیمت کی زکوٰۃ ادا کردیجائے۔

اور اگر شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کرکے نفع کمائیں گے تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، مثلاً آپ نے پچاس روپئے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کرکے نفع حاصل کریں گے اس کے بعد جس دن آپ نے زکوٰۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپئے ہوگئی تو اب ساٹھ روپئے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

پراویڈینٹ فنڈ میں زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ اس پر انسان کا مکمل قبضہ بھی ہو، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو قرض دیا اور بعد میں قرضہ لینے والا اس سے انکار کر رہا ہے، بظاہر اس کا واپس ملنا دشوار ہے یا کسی جگہ گاڑ کر بھول گیا، یا کسی دریا وغیرہ میں گر گیا تو ان روپیوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، پھر جب غیر متوقع طور پر یہ مال مل جائے تو گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوگی، یہ رقم جس وقت ملی ہے اس وقت سے اس کا حساب لگایا جائے گا۔(ہدایہ:۱/ ۱۸۷)

جہاں تک پراویڈنٹ فنڈ کا تعلق ہے تو اس میں ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو حکومت اس میں ملا کر دیتی ہے، جہاں تک اس دوسری اضافی رقم کا تعلق ہے تو خواہ اس کو انعام کہا جائے یا اجرت ملازم اس کا ابھی مالک نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس پر گذرے ہوئے دنوں کی زکوٰۃ واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، قابل بحث صرف فنڈ کا وہ حصہ ہے جو ملازمت کے درمیان تنخواہ سے کٹ کر جمع ہوتا ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ ملازمین کو اگرچہ اس پر ملکیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس پر قبضہ حاصل نہیں ہے لہٰذا اس رقم پر بھی گذرے ہوئے دنوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، علماء محققین کا رجحان اسی طرف ہے۔

قرض کا ادا کرنا

اگر کوئی شخص مالکِ نصاب ہے، لیکن ساتھ ہی وہ مقروض بھی ہے تو قرض کے بقدر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اگر قرض کے بقدر منہا کرنے کے بعد بھی نصاب کے بقدر مال باقی بچ رہا ہے تو اس پر اسی کے بقدر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔

سونے اور چاندی کو ضم کرنا

اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ (۶۱۲/۴۸۰ گرام) سونا نہ ہو، لیکن اس کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی موجود ہو تو کیا اس کے اوپر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی؟ اس مسئلہ میں دو آراء ہیں:

۱- امام شافعیؒ اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''الأم'' میں اس پر امام شافعیؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کے پاس نہ سونے کا نصاب ہے نہ چاندی کا تو اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہوسکتی ہے جبکہ دونوں الگ الگ جنس ہیں۔

۲- دوسری رائے احناف اور بعض دوسرے حضرات کی ہے کہ اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوجائے تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی، اس پر استدلال بکیر ابن عبداللہ الاشج کے اثر سے ہے کہ زکوٰۃ نکالنے میں صحابہ کا طریقہ چاندی اور سونے کے ملانے کا تھا، پھر دونوں باعتبار ثمنیت ایک ہی جنس ہیں۔

بہر حال عقلی دلائل دونوں طرف سے مضبوط ہیں لیکن نقلی دلیل میں اس اعتبار سے فریقِ اول کا موقف کچھ مضبوط قرار دیا جاتا ہے کہ حضرت بکیر کی روایت حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی ہے، پھر امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ سونے اور چاندی کو ملانے کی کیفیت کیا ہوگی؟

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس دو تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دو تولہ سونا اگر بیچ دیا جائے تو کیا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی حاصل ہو جائے گی، اگر اتنی مقدار میں چاندی حاصل ہوسکتی ہو تو وہ صاحب نصاب مانا جائے گا، فتوی امام صاحبؒ کے قول ہی پر ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک دونوں کو اجزاء کے اعتبار سے ملایا جائے گا، یعنی وزن کے اعتبار سے اگر آدھا نصاب سونے کا آدھا چاندی کا، یا دو تہائی سونے کا اور ایک تہائی چاندی کا یا ایک چوتھائی سونے کا اور تین چوتھائی چاندی کا پایا جارہا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

امام صاحب کے مفتی بہ قول کے مطابق اگر سونے چاندی کی معمولی مقدار بھی کسی کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب بن جائے گا، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں رہے گا، حالانکہ اتنی معمولی مقدار بالکل معمولی لوگوں کے پاس بھی عام طور سے رہتی ہے، اس تناظر میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا موجودہ حالات میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ اس لیے کہ صاحبین کا قول اختیار کرلیا جائے تو اس میں زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے دونوں کا خیال ہو جائے گا اور توازن قائم رہے گا۔

راقم کے خیال میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ اس مسئلہ کا تعلق حالات کے بدلنے سے ہے، اور یہ بات متفقہ ہے کہ حالات بدل جائیں تو حکم بدل جاتا ہے، پھر یہ تو افتاء کے اصول میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اختلاف اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان ہو تو مجتہد مفتی ان میں سے کسی پر بھی فتوی دے سکتا ہے (لہٰذا اجتماعی اجتہاد کے اس دور میں علماء کا اتفاق ہوجائے تو اس کی گنجائش ہوگی) پھر امام صاحب کی ایک روایت صاحبین کے قول کے مطابق بھی ہے، لہٰذا امام صاحب کے اس قول کو استحباب پر محمول کرکے تطبیق دی جاسکتی ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سامان تجارت والے مسئلہ میں مفتی بہ حکم سے ہٹنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، جبکہ دوسرے مسئلہ میں اگر علماء اتفاق کرلیں تو اس کی گنجائش ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین

زکوٰۃ کی حیثیت چونکہ محض عام انفاق اور انسانی مدد کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم اسلامی عبادت اور شرعی فریضہ ہے، اس لیے شریعت نے اس کے مصارف اور مدات خرچ خود متعین کردئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.﴾(التوبہ: ٦٠)

''زکوٰۃ فقراء، مساکین، عاملین (زکوٰۃ کی جمع وتقسیم کے کارکنان) مولفۃ القلوب، غلام، مقروض، اللہ کیراستہ میں (جہاد کرنے والے) اور مسافروں کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے''۔

زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید کی اوپر ذکر کردہ آیت میں تفصیل سے بیان کی گئے ہیں، اس کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف انھیں لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو فقیر یا مسکین ہوں یعنی جن کے پاس یا تو مال ہی نہ ہو یا اگر ہو تو نصاب تک نہ پہنچتا ہو، یہاں تک کہ اگر ان کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ایسا سامان موجود ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی ملکیت کی رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو، اس میں بھی شریعت کا حکم یہ ہے کہ مستحق کو مالک بنادیا جائے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اسی لیے بلڈنگ کی تعمیر میں زکوٰۃ نہیں لگ سکتی، نہ ہی کسی ادارے کے ملازمین کی تنخواہ میں لگ سکتی ہے، اسی طرح تجہیز وتکفین کی ضروریات میں بھی زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح تحقیق کرکے صحیح مصرف میں لگانے کی کوشش کرے، افضل یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب اور پڑوسی میں مستحقین کی تلاش کرے، رشتہ داروں میں زکوٰۃ ادا کرنے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرے صلہ رحمی کرنے کا، البتہ دو رشتے ایسے ہیں جن میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا درست نہیں ہے، ایک ولادت کا رشتہ ہے جس کے تحت تمام اصول وفروع آتے ہیں، چنانچہ اپنے باپ، دادا، نانا، نانی، دادی اور ان سے اوپر والوں کو زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح بیٹے، پوتے، بیٹی، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان سے نیچے والوں پر زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے چنانچہ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ ادا نہیں کرسکتی، ان دو رشتوں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جیسے: بھائی، بہن، چچا، پھوپھی اور خالہ وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جارہی ہے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے اقارب کو اگر یہ بتاکر زکوٰۃ دی جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ عار محسوس کریں، اسی لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت اس کا زکوٰۃ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ضروری شرط یہ کہ مستحق مسلمان ہو چنانچہ غیر مسلم مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے لی جائے گی اور نادار مسلمانوں پر صرف کی جائے گی''۔ (بخاری: ۱۴۹۶)

☆ مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ کا دوسرے علم کی اشاعت اور تحفظ دین کا۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۷)

☆ اسی طرح قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت داری کا۔ مثلاً بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، بھانجے وغیرہ کو زکوٰۃ دینا شرعاً درست ہے بلکہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''مسکین کو دینے میں ایک صدقہ کا ثواب ہے اور رشتہ داروں کو دینے میں دو صدقہ کا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔''

☆ رمضان المبارک میں چونکہ ہر عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، اس لیے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی امید ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰہ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسب ضرورت ومصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (بیہقی فی شعب الایمان: ۳/۳۰۵)

☆ ایک فقیر کو بیک وقت اتنا دینا کہ وہ مالک نصاب ہوجائے بہتر نہیں ہے، البتہ اگر وہ مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کو بڑی رقم دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۸)

☆ مقروض شخص کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر فقیر نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کرلیا تو یہ درست ہے۔ (طحطاوی: ۳۹۰)

انسانیت وشرافت اور اظہار بندگی کا مہینہ

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

''روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک بنیادی رکن ہے، یہ بنیادی ارکان اسلام کے وہ ستون ہیں جن پر دین اسلام کی عمارت قائم ہے، ان میں سے ہر ستون کی حفاظت ضروری ہے تاکہ دین اسلام کی عمارت قائم رہے، اسلام کے ایک بنیادی رکن ہونے کے ساتھ روزہ کی جو خصوصیات اور فوائد ہیں ان پر انسان اپنی فطرتِ سلیمہ کے لحاظ سے غور کرے تو اس کو اس میں اپنی زندگی کے لیے کئی روشن پہلو نظر آئیں گے، اعلیٰ انسانی قدروں پر عمل کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کو دبانے اور اپنی غرض اور خواہش کو نظر انداز کر کے اپنے پروردگار کے احکام کی بجا آوری اس کے اہم پہلو ہیں، روزہ کے ذریعہ انسان ایک طرف باطنی خوبیوں سے آراستہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور دوسری طرف دوسروں کے دکھ و پریشانی کو اپنے تجربے میں لا کر اپنے اندر ہمدردی اور رحم دلی کے احساس کو جگہ دیتا ہے ـــــــ روزہ میں معاملہ صرف کھانے پینے ہی میں پرہیز و پابندی کا نہیں ہے بلکہ خواہش اور پسند کی دیگر متعدد باتوں سے بھی اس کو گریز کرنا ہوتا ہے مثلاً: جنسی تقاضے کی طلب اور گفتگو میں دوسروں کی عیب جوئی اور اسی طرح کی دوسری بے احتیاطیاں جن میں انسانی نفس آزادی اختیار کرتا رہتا ہے، روزہ میں ان سے گریز کی پوری فکر کرنا پڑتی ہے، غذا میں وقت کی ایک خاص پابندی کے علاوہ دوسروں کی تنگ حالی کا احساس کرنے اور اپنی راحت و تکمیل ضرورت میں حصہ لینے کی ذمہ داری بھی اس کو نبھانا پڑتی ہے۔

یہ سلسلہ ایک ماہ چلتا ہے، اس طرح رمضان کا مہینہ انسانیت وشرافت اور خدائے واحد کے سامنے اظہار تابع داری و بندگی کی تربیت کا مہینہ بن جاتا ہے جس کو گزار کر انسان باطنی حالات کے لحاظ سے پاک وصاف طبیعت لے کر نکلتا ہے۔

رمضان کے انتیس یا تیس دن ایسی نورانی کیفیات وحالات میں گزر کر عید الفطر کا دن آتا ہے، جو لطف وعبادت اور راحت وقبولیت دونوں کو سمیٹے ہوئے آتا ہے، اس میں دنیاوی اور دینی دونوں لحاظ سے مسرت کا سامان ہوتا ہے، ایک طرف تو اس کو اپنی جائز پسند وخواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ملتی ہے اور دوسری طرف پورے ایک ماہ اطاعت وفرماں برداری اور عبادت کے اجر کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس کو اس کے انعام سے نوازا جاتا ہے، اس بنا پر عید کی رات کو لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات کہا گیا ہے۔

رمضان اپنے حق ادا کرنے والے کو ایسی پاکیزگی عطا کر دیتا ہے جو اس کے لیے سال بھر کے لیے توشہ برکت ورحمت بنتی ہے اور سال گزرنے پر پھر اس مبارک عمل کا موقع آجاتا ہے اور خیر وبرکت کا یہ پروگرام دہرانے کا موقع میسر آجاتا ہے۔

رمضان کا مہینہ ایک مسلمان کو اس بات کے احساس سے واقف کرا دیتا ہے کہ اس زمین پر کتنے ایسے آدمی ہیں جو انسانی رشتے سے اسی کی طرح ہیں لیکن اس کو بھوک برداشت کرنی پڑتی ہے اور کتنے ایسے ہیں جن کو ان کے انسانی تقاضوں کو پورا کرنے کا پورا سامان حاصل نہیں، رمضان یہ بھی بتاتا ہے کہ آدمی کو اپنے اردگرد رہنے والے اپنے ہم جنسوں کی تکلیف اور دکھ کو جاننا چاہیے۔''

(تحفہ رمضان: ۴۳-۴۶)

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Volume: 18 ⚜ Mar-Apr 2026 ⚜ Issue: 03-04

سید احمد شہید اکیڈمی کی پیشکش

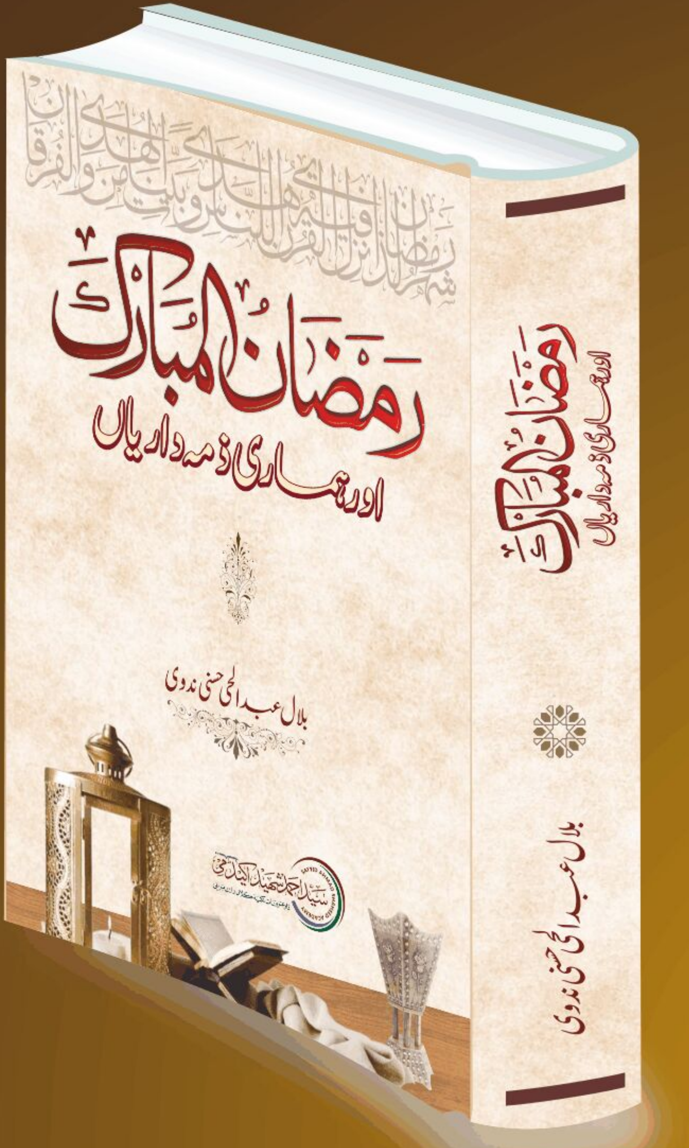

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9792646858
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)